ماهنامہ

خالد

ربوہ

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

جون ۱۹۸۷ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہنامہ خالد

احسان ۱۳۶۶ ہش — جون ۱۹۸۷ء

جلد ۳۴ — شمارہ ۸

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

اِس شمارہ میں!

نیز

منظومات اور

اس کے علاوہ اور بہت کچھ!

پبلشر: مبارک احمد خالد * پرنٹر: قاضی منیر احمد * مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی۔ ربوہ * رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

اداریہ

اُس نے آسمان پر عزّت پائی

کسی نے سلطان محمود غزنوی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا "یہ تو فرمائیے کہ آخرت میں خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" سلطان محمود نے جواب دیا کہ "ایک شب مَیں اپنے کمرہ میں گیا اور آرام کرنا چاہا۔ بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میری نظر اُوپر اٹھی ایک طاق تھا اور اس میں قرآن کریم رکھا ہُوا تھا۔ مَیں نے دل میں کہا کہ یہ تو بے ادبی ہے کہ قرآن کریم رکھا ہو اور مَیں آرام کرنے کے لیئے لیٹ جاؤں۔ مناسب یہ ہے کہ قرآن کریم کو کمرے سے باہر احتیاط سے رکھوا دوں لیکن پھر فوراً خیال آیا کہ اپنے آرام کے لیئے قرآن کریم کو اٹھوا کر باہر رکھوا دینا کلام الٰہی کے ادب و احترام کے منافی ہے۔ چنانچہ مَیں نے تمام رات بیٹھے بیٹھے گزار دی۔ نہ قرآن کریم کو کمرے سے باہر بھیجا اور نہ میری طبیعت نے ایسا کرنا گوارا کیا اور نہ ہی قرآن کریم کی موجودگی میں لیٹنے اور سونے کی ہمّت پڑی۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل بہت پسند آیا۔ جب موت آئی تو آرام سے دم نکلا اور آخرت میں خدائے رحیم و کریم نے مجھے بخش دیا۔"

(سیر الاولیاء)

جواہر پارے

عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ!

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ جب میں رخصت پر قادیان آیا ہوا تھا تو واپسی پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے موجود جماعت لاہور کے واسطے مفصلہ ذیل پیغام دیا۔ فرمایا۔ لاہور کی جماعت کو ہماری طرف سے السلام علیکم کہدیں اور ان کو سمجھاویں کہ دن بہت ہی نازک ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس کے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔ تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دُور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا' اور اُن کی حفاظت کرتا' اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے اُن کو بچاتا ہے۔ مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں اُن کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی اُن کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ہزاروں بھیڑ اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا لیکن اگر ایک آدمی مارا جاوے تو بڑی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا۔"

(مرسلہ:۔ عبدالمالک صاحب لاہور)

حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات کا

خلاصہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ رمئی ۱۹۸۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے احباب جماعت کو ایک نہایت ہی صبر آزما اور غم سے بھری یہ خبر دی کہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بعمر قریباً تراسی سال مورخہ ۶ رمئی ۱۹۸۷ء پاکستان کے وقت کے مطابق تین بجے سہ پہر ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔

آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے حضور نے بتایا کہ آپ بہت پاک خو اور پاک شکل تھیں اور آپ کی طبیعت میں نہایت درجہ جاذبیت تھی۔ اور بچوں سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔ وہ جلد ہی آپ سے مانوس ہو جاتے تھے۔

حضور نے بتایا کہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ کا الہام "دُختِ کرام" آپ کے حق میں پورا ہوتا ہے۔ اور اس الہام کی روشنی میں واقعۃً شرافت اور اخلاقِ کریمانہ آپ کے خون اور مزاج میں شامل تھے جس کے بہت سے لوگ گواہ ہیں۔ آپ نے اپنے اخلاق سے ثابت کیا کہ آپ اخلاقِ کریمانہ والوں کی اولاد تھیں اور خود بھی کریمانہ اخلاق کی مالک تھیں۔

حضور نے فرمایا کہ میرے لئے بطور خاص یہ ایک نہایت ہی صبر آزما خبر تھی کیونکہ حضرت پھوپھی جان کی خواہش تھی اور میں جانتا ہوں کہ یہ میری خواہش کے جواب میں تھی یعنی جو میرے دل میں اُن کی محبت تھی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ وہ مجھے دوبارہ دیکھیں اور اپنے گلے لگائیں۔ چنانچہ انہوں نے بارہا اپنے خطوں میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں دوبارہ تمہیں دیکھوں اور خود گلے لگا سکوں۔

اس ضمن میں حضور نے اپنے چند روز قبل دیکھے ہوئے ایک خواب کا ذکر فرمایا جس میں حضرت بوزینب بیگم

صاحبہ (والدہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب) خواب میں آئی ہیں اور حضور سے گلے لگتی ہیں اور اس کے بعد یہ مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود نہیں ملنے آئیں بلکہ ملانے آئی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خیمے میں سے حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ باہر آتی ہیں اور حضور کو ایک لمبے وقت تک گلے لگاتی ہیں کہ حقیقت کا خیال ہونے لگتا ہے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اس سے طبیعت میں غم بھی پیدا ہوا کیونکہ حضرت بوزینب بیگم صاحبہ کی آمد میں غم کی خبر تھی لیکن میری توجہ اس طرف نہیں گئی کہ یہ آپ کی شدید خواہش کی تکمیل کا اظہار ہوا ہے اور یہ آخری معانقہ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض وجودوں کے ساتھ بعض برکتیں وابستہ ہوتی ہیں جو اُن کی وفات کے بعد اُن وجودوں سے چلی جاتی ہیں اور اس لحاظ سے طبیعتوں میں فکر پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض وجودوں کے ساتھ بعض برکتیں ایسی وابستہ ہوتی ہیں جو اُن کے جانے کے بعد اس طرح دکھائی نہیں دیتیں اور ان کا خلاء محسوس ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہر وجود اپنی ساری برکتیں اپنے ساتھ لے جاتا ہے، یہ بالکل غلط خیال ہے۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برکتوں والا وجود حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپؐ جو برکتیں لے کر آئے، آپؐ کے وصال کے بعد یوں محسوس ہوا کہ ایسا برکتوں کا خلاء پیدا ہوگیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے بہت حد تک اس بحران سے مومنوں کی جماعت کو نکال لیا۔ لیکن تمام مؤرخین جانتے ہیں کہ حضورؐ کی زندگی اور بعد کے حالات کو یکساں قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ برکت وجود برکتیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ صاحبِ برکت وجود اپنی برکتیں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور یہ برکتیں اپنی ذات میں زندہ رہتی ہیں۔ لیکن ان برکتوں سے استفادہ کرنے والوں کی کیفیتوں میں کمی آجاتی ہے۔

حضور نے فرمایا: حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات آج بھی زندہ ہیں۔

اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا اصل حقیقت استفادہ کی طاقت ہے۔ جو لوگ اپنے اندر برکتوں سے استفادہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ ان برکتوں سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ وہ اس صاحبِ برکت وجود سے تعلق جوڑتے ہیں تو وہ برکات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے ایک صاحبِ برکت وجود کے جانے سے جو مایوسی پیدا ہوتی ہے کہ برکتیں اُٹھ گئیں، اس کا ایک بہت حد تک برکتیں لینے والوں سے تعلق ہوتا ہے۔ اسلئے سب سے پہلا اور اہم فریضہ صاحبِ برکت وجودوں کی اولاد کا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی برکتوں کو اپنے اندر جاری رکھیں۔ وہ لوگ جو اپنے بزرگوں کی برکتوں کا نوحہ کرنے لگ جاتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں سے برکتوں کو ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ کسی بزرگ کے وصال کے بعد اللہ کبھی اس کی برکتوں کو ختم نہیں فرماتا۔ یہ لوگوں پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ برکتوں سے قطع تعلق کرلیں یا اُن برکتوں کو ہمیشہ اپنے اندر

زندہ رکھیں۔ اس لئے جب بھی کوئی بابرکت وجود گزرتا ہے تو جماعت احمدیہ کو یہ عہد کرنا چاہیئے کہ ہم ان برکتوں سے بفضلہٖ تعالیٰ مضبوطی کے ساتھ چمٹے رہیں گے اور کسی برکت کو بھی اپنے ہاتھ سے ضائع نہیں کریں گے۔ یہ وہ عزم ہے جس کے نتیجہ میں کسی وجود کے آنے کے بعد چلے جانے سے جماعت احمدیہ کو دائمی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر آنے والا اپنی خاص برکتیں چھوڑ کر جایا کرے گا اور ہمیشہ کے لیئے وہ برکتیں جماعت کی امانت بنتی رہا کریں گی اور جماعت ہمیشہ پہلے حال سے بہتر حال میں منتقل ہوتی چلی جائیگی۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی برکتیں آپ کے وصال کے بعد ختم نہیں ہوئیں بلکہ جاری ہیں اور انہوں نے زیادہ نشوونما پائی ہے۔

حضور نے فرمایا: یہ ہے وجودوں سے وابستہ برکت کی حقیقت۔ اور جماعت کو اچھی طرح یہ مضمون ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اگر وہ برکتوں سے چمٹنے کی عادت ڈال لے اور ایک صاحب برکت وجود کی جدائی پر اس کی جدائی کا غم تو کرے لیکن برکتوں پر نوحہ نہ کرے تو یہ جماعت برکتوں میں نشوونما پاتی جائے گی اور ہر آنے والا وجود ضرور نئی برکتیں لے کر آئے گا اور ہر جانے والا وجود اپنی برکتیں چھوڑ کر جائے گا اور جماعت کو برکتوں کے لحاظ سے کبھی نوحہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پس حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی جدائی اگرچہ بہت ہی شاق ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ صاحب برکت وجود تھا جو اب نہیں رہا اور جو برکتیں اس سے وابستہ تھیں وہ برکتیں کہاں سے حاصل کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ برکتوں کو زندہ رکھتا ہے اور وہ برکتیں ورثہ کے طور پر جماعت کو عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ ہاں اگر ورثہ پانے والے ان برکتوں سے مُنہ موڑ لیں تو پھر وہ جانے والا ہی جُدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی برکتیں بھی جُدا ہو جاتی ہیں۔ اس لیئے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب برکت وجود کی برکتوں سے وفا کرنے کی جماعت کو توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دَوران حضور نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ غائب ادا کی جائے گی۔ حضور نے فرمایا آپ میری والدہ تھیں جو مجھ سے جُدا ہو گئیں۔

قرار دادہائے تعزیت

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی وفات پر مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے تعزیتی قرار دادیں موصول ہوئی ہیں:۔ مجلس عاملہ برطانیہ۔ مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ۔ جماعت احمدیہ شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤ الدین۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور وعلاقہ لاہور۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع اسلام آباد۔ جماعت احمدیہ اسلام آباد۔ جماعت احمدیہ بھارت۔

حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب نے ۲۱ ر ستمبر ۸۴ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا

" ایک صاحب نے

سرائیکی کی نظم

بھیجی ہے اور اس نظم کا بھی ایک عجیب حال ہے بہت ہی گہرا اثر رکھنے والی نظم ہے۔ لیکن سرائیکی مجھے پوری طرح نہیں آتی اسلیئے انہوں نے ترجمہ بھی ساتھ کیا ہے۔ میں اس کے ترجمہ کے چند کلمات سناتا ہوں۔ کہتے ہیں

آج تک اتنی اداسی اور غمگینی کبھی نہیں ہوئی۔ دل سے ٹھنڈی آہیں نکلتی ہیں۔ اور زار و قطار روتا آتا ہے۔ دکھوں بھرا دل اور گھٹی گھٹی روح تڑپ رہی ہے۔ آپ نے تو اوروں کے وطن میں قیام کو طول دے دیا چپ چاپ ربوہ جیسے رات کا سناٹا طاری ہو ہونٹ سختی سے سلے ہوئے ہیں۔ مگر دل میں ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ .... خدا کے حضور یہ عاجز بندے گڑگڑاتے اور فریادیں کرتے ہیں۔ حیران حیران چہرے ہیں بھولی بھالی آنکھیں ہیں مگر آتشِ غم سے انکی روتی ہوئی آنکھیں انار کی طرح شوخ ہو چکی ہیں۔

ربوہ کے ہمارے ایک ڈاکٹر ایک مریض کا حال لکھتے ہیں یہ بھی بڑا عجیب ہے ...... وہ لکھتے ہیں کہ میری زندگی کا ایک ایسا عجیب واقعہ گزرا ہے جو میں لکھنے پر مجبور ہوں۔

ایک بوڑھا غریب مریض

جان کنی کی حالت میں ہسپتال لایا گیا اور فوراً اسے آکسیجن لگائی گئی یہ پتہ نہیں تھا کہ بچ سکے گا کہ نہیں مگر اللہ نے فضل کیا اور کچھ دیر کے بعد اسے ہوش آیا۔ ہوش آنے پر اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا حضور خیریت سے ہیں اور کب آئیں گے؟ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس فقرہ نے میرے دل کا جو حال کیا سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ شخص جو اپنی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ ہوش آنے کے بعد اس کا پہلا سوال یہ تھا اور پہلا فکر یہ تھا۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ ۲۹ ر اپریل کو میرے پیارے ابّا جان کی وفات ہوئی مجھے اس کا غم نہیں تھا بس غم تھا تو اپنے پیارے امام کا۔ لوگ پنجاب سے آکر مجھے میرے والد کے بارے

ہیں بتاتے تھے کہ وہ بڑے پُرنور اور پُروقار تھے۔ اور مرنے کے بعد وہ نہایت ہی نورانی چہرہ تھا۔ مگر میں بے چین ہو کر یہ پوچھتی تھی کہ ربوہ کا حال بتاؤ حضور کا حال بتاؤ۔ معلوم ہوتا تھا دل غم کی شدّت سے پھٹ جائے گا"

پھر حضور نے ایک دوست کے خط کا ذکر فرمایا جنہوں نے لکھا تھا کہ کہیں انگلستان کی جماعت آپ کو کُل ہی نہ لے۔ فرمایا:

"یہ بہت ہی پیارا اظہار انہوں نے کیا کہ مجھے تو فکر ہے کہ آپ کو کہیں انگلستان کی جماعت کُل ہی نہ لے تو میں ان کو بتاتا ہوں اور تمام اہلِ پاکستان کو بتاتا ہوں اور خاص طور پر ربوہ کے درویشوں کو کہ میں تو مِلا جا چکا ہوں۔ میری زندگی میرا اٹھنا بیٹھنا میرا جینا اور میرا مرنا آپ کے ساتھ ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ میں خدا کی راہ کے درویشوں کی محبّت کو کبھی بھلا سکوں، کوئی دنیا کی طاقت اس محبّت کو نوچ کر میرے دل سے باہر نہیں پھینک سکتی۔ کوئی دنیا کی کشش کوئی دنیا کی طاقت میری نگاہوں کو آپ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف منتقل نہیں کر سکتی۔ لاکھوں خدا کے پیارے ہیں جو مجھے بھی بہت پیارے ہیں۔ لاکھوں پیارے ہیں جو آپ کی طرح اپنے امام سے اور مجھ سے محبّت کرتے ہیں صرف اس لیے کہ خدا کی طرف سے میں اس مقام پر فائز کیا گیا ہوں۔ لیکن وہ سب محبتیں اپنی جگہ مگر

اے ربوہ کے پاک درویشو!

اے خدا کے در کے فقیرو! جو خدا کی خاطر دکھ دیئے جا رہے ہو تمہاری محبّت کا ایک الگ مقام ہے اس کی ایک عجیب شان ہے اس کا کوئی دنیا میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک شعر میرے ذہن میں آیا ہے اُس سے شاید میرا مافی الضمیر ادا ہو جائے۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے کہ ؎

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں "

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوستی
دیکھ لو میل و محبّت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبّت سے نہیں
تیرِ تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں

آ ملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار
ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار
تیر اندازو! نہ ہو تا سست اس میں زینہار

قبولیتِ دُعا کے چند نمونے

جو امام جماعتِ احمدیہ کی دُعاؤں سے ظاہر ہوئے

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۵ ر جولائی ۱۹۸۶ء کو دُعا کے مضمون پر ایک بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور قبولیتِ دُعا کے بعض ایسے واقعات بھی بیان فرمائے جو حضور کی دُعاؤں کے نتیجہ میں رونما ہوئے تھے۔ حضور کے خطاب کا ایک حصہ شعبۂ زود نویسی کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو احمدیت کے نور سے منور نہ ہو چکا ہو۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ قبولیتِ دعا کے ذریعہ اپنے قرب کے نشان ظاہر نہ فرما رہا ہو۔ محض گنتی کے چند واقعات نمونہ کے طور پر آج میں نے چنے ہیں تاکہ آپ کو بتاؤں اور یقین دلاؤں کہ ...... آپ ہی ہیں جن کے ذریعہ انسان کی تقدیر بنائی جائے گی۔ کیونکہ آپ کے اندر قبولیتِ دعا کے نشان پائے جاتے ہیں اور لامحدود نشان پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں جہاں جہاں بھی احمدی آباد ہیں خدا تعالیٰ براہِ راست اُن سے تعلق رکھتا ہے۔ کبھی اُن کی دُعائیں سُنتا ہے کبھی اُن کے لئے دعائیں سُنتا ہے۔

ڈھاکہ کے ایک احمدی دوست اپنے ایک زیرِ تربیت دوست کے متعلق جو احمدی نہیں ہیں یہ لکھتے ہیں کہ میں اُن کو سلسلے کا لٹریچر بھی دیتا رہا اور کیسٹس بھی سُناتا رہا جس سے رفتہ رفتہ اُن کا دل بدلنے لگا اور جماعت کے لٹریچر سے اُن کو وابستگی پیدا ہو گئی اور وہ شوق سے لٹریچر مانگ کر پڑھنے لگے۔ اس دوران اُن کی آنکھوں کو ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ تمہاری آنکھوں کا نور جاتا رہے گا اور جہاں تک دنیاوی علم کا تعلق ہے ہم کوئی ذریعہ نہیں پاتے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت کو بچا سکیں۔ اس کا حال جب اس کے غیر احمدی دوستوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی اور یہ کہنے لگے اور پڑھو احمدیت کی کتابیں۔ یہ احمدیت کی کتابیں پڑھ کر تمہاری آنکھوں میں جو جہنم داخل ہو رہی ہے اس نے تمہارے نور کو خاکستر کر دیا ہے یہ اس کی سزا ہے جو تمہیں مل رہی ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر بڑی

بے قراری سے اپنے احمدی دوست سے کیا۔ انہوں نے کہا تم بالکل مطمئن رہو تم بھی دُعائیں کرو میں بھی دعائیں کرتا ہوں اور اپنے امام کو بھی میں دعا کے لیئے لکھتا ہوں اور پھر دیکھو اللہ کس طرح تم پر فضل نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد چند دن کے اندر اندر اُن کی آنکھوں کی کایا پلٹنی شروع ہوئی اور دیکھتے دیکھتے سب نور واپس آگیا۔ جب دوسری مرتبہ وہ ڈاکٹر کو دکھانے گئے تو ڈاکٹر نے کہا اس خطرناک بیماری کا کوئی بھی نشان میں باقی نہیں دیکھتا۔

عبدالباسط صاحب مربی جرمنی لکھتے ہیں کہ نورمبرگ میں ایک دلچسپ واقعہ ہوا۔ ایک احمدی دوست مجھے (یعنی حضور کو) خط لکھ رہے تھے۔ ایک عرب دوست نے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں، کس کو خط لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرا کیس عدالت میں چل رہا ہے اس کے فیصلے کا دن قریب آرہا ہے، میں بہت پریشان ہوں، ہم اپنے امام کو دعاؤں کے لیئے خط لکھتے ہیں وہ ہمارے لیئے دُعائیں کرتے ہیں اللہ فضل فرماتا ہے۔ میں نے دنیا کی تدبیریں تو کرلی ہیں اب میں یہ تدبیر بھی کر رہا ہوں یعنی اپنے امام کو دعا کے لیئے خط لکھ رہا ہوں۔ کچھ دن بعد اس کیس کا فیصلہ ہوا اور رہوا بھی اُن کے حق میں۔ اس عرب دوست نے متاثر ہو کر اُن سے کہا کہ میرے لیئے بھی دعا کا خط لکھو۔ چنانچہ انہوں نے یہ واقعہ لکھا اور اپنے عرب دوست کے لیئے بھی دعا کی درخواست کی۔ اور کچھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کا کیس بھی منظور ہو گیا۔

دنیا کی نظر میں تو یہ ایک اتفاقی واقعہ بھی ہو سکتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اطمینانِ قلب کی خاطر یہ بھی کیا کہ جس دن احمدی دوست کو میرا جواب ملا ہے اُسی دن اُن کا کیس منظور ہوا۔ اور اسی طرح جس دن اُس عرب دوست کو میری طرف سے اطمینان کا پیغام ملا اُن کا کیس اُسی دن منظور ہوا۔ جہاں تک ان دونوں کے دل کا تعلق ہے وہ تو اپنے رب سے بہت راضی ہوئے اور کامل طور پر اُن کے دل اِس یقین سے بھر گئے کہ دنیا کا ایک خدا ہے جو مضطر کی دعا کو سنتا ہے۔ کبھی اس کی دعا کو خود اُس کے لیئے اور کبھی کسی اَور مضطر کی دعا کو اُس کے لیئے سُن لیتا ہے۔

وہ کہتے ہیں جب یہ بات مشہور ہوئی تو ایک اَور غیر احمدی دوست نے اپنے پاکستانی احمدی دوست سے درخواست کی کہ ہمارے خاندان کا ایک فرد لمبے عرصہ سے بیمار چلا آرہا ہے اور ڈاکٹروں کو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ اس کی بیماری ہے کیا اور دن بدن پریشانی بڑھتی چلی جا رہی ہے اس لیئے میرے لیئے بھی دعا کا خط لکھو۔ چنانچہ انہوں نے ان باتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مجھے اس دوست کے لیئے بھی دعا کے لیئے لکھا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ایک دن ڈاکٹروں نے اُس کی بیماری کی تشخیص کرلی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مریض شفا پا گیا۔ اس میں بھی لطف کی بات یہ تھی کہ جب میرا خط اُن کو ملا تو دعا کرنے کی تاریخ وہی تھی جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان ڈاکٹروں کو صحیح تشخیص کی توفیق عطا فرمائی۔

ان واقعات کے اظہار سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں جماعت کو ایک ایسی پیر پرستی کی تعلیم دوں جس کو

جماعت احمدیہ نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کرتی بلکہ جس کے خلاف جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ (امام) وقت کو جب لوگ دُعا کے لیئے خط لکھتے ہیں تو اوّل یہ ضروری نہیں کہ (امام) وقت کی ساری دعائیں ضرور قبول ہوں، دوسرے یہ کہ (امام) وقت کی ذاتی بزرگی سے زیادہ اس میں منصب (امامت) کے اُس وقار کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں قائم فرمانا چاہتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ اپنی دُعاؤں کو، اپنے مسائل کو دعا کا خط لکھ کر (امام) وقت کی طرف منتقل کر دیں اور ذاتی طور پر دُعا سے غافل ہو جائیں۔ میرا لمبا تجربہ مجھے بتاتا ہے کہ میری دُعا کی قبولیت میں دعا کے لیئے لکھنے والے کا خلوص اور اس کے ایمان کے معیار کا گہرا تعلق ہوتا ہے اور اس کی اپنی دُعاؤں کا بھی بہت دخل ہوتا ہے ـــــ اگر سچے خلوص اور پیار اور محبت کے ساتھ منصب (امامت) سے وابستگی کے اظہار کے طور پر کوئی دعا کے لیئے لکھتا ہے تو بسا اوقات اُس کے حق میں غیر معمولی طور پر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اگر اس معیار میں کمی پیدا ہو جائے یا کچھ اَور عناصر ایسے داخل ہو جائیں جن کو خدا تعالیٰ پسند نہیں فرماتا پھر ایسے لوگوں کے حق میں دعاؤں کی قبولیت اِس شان کے ساتھ، اِس وضاحت کے ساتھ جلوہ افروز نہیں ہوتی۔

ایران سے ڈاکٹر فاطمہ　　　لکھتی ہیں کہ میرا اکلوتا بیٹا داُمیں ٹانگ کی کمزوری کی وجہ سے بیمار ہوُا اور دن بدن حالت بگڑنے لگی یہاں تک کہ وہ لنگڑا کر چلنے لگا۔ ماہرینِ امراض کو دکھایا گیا لیکن کوئی تشخیص نہ ہو سکی اور انہوں نے اس کی صحت کے متعلق مایوسی کا اظہار کیا۔ وہ کہتی ہیں مجھے اچانک دعا کا خیال آیا اور اس خیال کے ساتھ مَیں نے خود بھی دُعا کی اور آپ کو بھی دعا کے لیئے خط لکھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ مریض جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا اُسی دن سے رو بصحت ہونے لگا اور باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں کو اس کی بیماری کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی اس لیئے وہ علاج کرنے سے بھی معذور تھے اس دن سے دیکھتے دیکھتے اس کی حالت بغیر علاج کے بدلنے لگی اور اللہ کے فضل سے اب بوقتِ تحریر وہ بالکل صحیح ہے۔

بنگلہ دیش کے امیر صاحب ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک احمدی دوست کا چندہ بقایا تھا اور وہ غربت کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتے تھے لیکن احساس بہت تھا اور بہت بے قرار تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے مجھے آ کر کہا کہ چندہ کا بوجھ میرے سر پر ہے، مَیں سخت بے قرار ہوں کیونکہ اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میرے پاس ایک ناریل کا درخت ہے اور وہ سُوکھ چکا ہے، اس کی وہ شاخیں جو پھل دیتی ہیں مُرجھا گئی ہیں۔ مَیں نے اب یہ نیت کی ہے کہ اے خدا! اگر تو اس درخت کو زندہ کر دے تو جو بھی آمد ہوگی تیری جماعت کے سامنے چندے کے طور پر پیش کر دوں گا۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ پتہ نہیں کس نیت اور جذبے کے ساتھ اس دوست نے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ مدّتوں سے مرا ہوُا درخت دیکھتے ہی دیکھتے ہرا ہونا شروع ہوُا اور اِس قدر پھل سے لد گیا کہ سارے چندوں کے بقائے اسی کے پھل سے پُورے ہوئے اور پھر بھی اس کے لیئے کچھ بچ گیا۔

نائیجیریا سے سیف اللہ چیمہ تحریر فرماتے ہیں کہ گزشتہ مرتبہ جب میں آپ سے ملنے آیا میری بیوی بھی ساتھ تھی۔ ہم نے ذکر کیا کہ ہماری شادی پر ایک عرصہ گزر گیا ہے اور کوئی اولاد نہیں۔ اُس وقت آپ نے بے اختیار یہ فقرہ کہا کہ "بشریٰ بیٹی آئندہ جب آؤ تو بیٹا لے کر آنا" وہ کہتے ہیں الحمدللہ میں آپ کو یہ خوشخبری دے رہا ہوں کہ اب جب ہم آپ سے ملنے آئیں گے تو بیٹا لے کر آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ بیٹا عطا فرما چکا ہے۔

اسی طرح ایک غانین خاتون لکھتی ہیں۔ میری اولاد پیدائش کے دو ہفتے کے اندر اندر فوت ہو جاتی تھی میں نے آپ کو دعا کے لیے خط لکھا اور مجھے یہ عجیب جواب ملا کہ "بچے کا نام امۃ الحی رکھنا" جو کہ بیٹی کا نام ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خدا نے مجھے بیٹی عطا فرمائی جس کا نام میں نے امۃ الحی رکھا ایک سال ہو چکا ہے اور وہ خدا کے فضل سے صحت مند اور ہشاش بشاش ہے۔

انسان کے مقام عبدیت کو کبھی فراموش نہ کریں!

یہ جو دو واقعات میں نے آخر پر بیان کیے ہیں ان کے متعلق میں جماعت کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کے سر خاک آلودہ ہیں جن کی کوئی بھی حیثیت نہیں لیکن لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اگر وہ خدا کی قسم کھا کر ایک بات کہہ دیں اللہ ان کے لیے ایسی غیرت رکھتا ہے کہ اس بات کو پورا کر دیتا ہے۔ .... آج میں ہی نہیں جماعت میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جو اس عظیم خوشخبری کو بارہا پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن انسانیت کا ایک مقام ہے اسے کسی قیمت پر بھی خدائی کے مقام میں تبدیل نہ ہونے دیں۔ اور اپنے مقام انکسار سے ہرگز نہ ہٹیں نہ مجھے اس مقام سے (جس مقام کے سوا میرا اور کوئی مقام نہیں یعنی عبدیت کا مقام) سرکانے کی کوشش کریں۔ اور نہ مجھ سے ایسی توقعات رکھیں کہ گویا میرا کہنا ہر صورت میں خدا کا کہنا بن جاتا ہے۔ یہ دو واقعات میں نے بیان کئے ہیں ایسے بہت سے اور واقعات بھی ہیں لیکن ہمیشہ یہ واقعات تب درست ثابت ہوتے ہیں جب ان پر میرا اختیار نہ ہو۔ بلا ارادہ اور بلا تکلف بعض دفعہ دل کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ بے اختیار منہ سے ایک کلمہ نکلتا ہے اور وہ کلمہ کہنے کے بعد دل محسوس کرتا ہے کہ اس کے پیچھے خدائی قوت تھی اور دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمائے گا۔

لیکن ان واقعات کو سن کر بعض دفعہ لوگ یہ لکھتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے بیٹے کا نام تجویز کریں اور ایک ہی نام تجویز کریں یا لکھتے ہیں کہ ہم بیٹی چاہتے ہیں اور آپ بیٹی ہی کا نام تجویز کریں۔ خدائی تقدیر وہ تو نہیں بنا سکتے نہ میں بنا سکتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں تکبر کا مرتکب ثابت ہوں گا اور تکبر سے بڑا مکروہ اور کوئی گناہ نہیں۔ تکلف کے ساتھ کسی انسان سے یہ توقع رکھنا (خواہ آپ کی نظر میں اس کا کوئی بھی مقام ہو) کہ وہ بلا ارادہ ایک بات کہے اور پھر یہ اعلان کر دے کہ یہ بات ضرور پوری ہوگی یہ عبدیت کا نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ کرنے کے مترادف ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ ایسی بھی دعائیں ہوتی ہیں جو بہت بے قراری

سے کرتا ہوں اور بعض دفعہ قبول نہیں ہوتیں اور ایسی بھی دعائیں ہوتی ہیں جو بے اختیاری سے دل سے نکلتی ہیں کوئی ان میں تکلّف نہیں پایا جاتا، کوئی زور نہیں لگایا جاتا لیکن دل سے اُٹھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ یہ لازماً عرش الٰہی تک جا پہنچیں گی اور لازماً مقبول ہوں گی۔

خود خدا کا دوست بننے کی کوشش کریں

یہ کیفیتیں بندے اور خدا کے تعلقات کی کیفیتیں ہیں۔ صرف مجھ میں یہ کیفیتیں دیکھنے کے خواہاں نہ ہوں۔ اپنی ذات میں یہ کیفیات دیکھنے کی تمنا کریں۔ احمدیت اس طرف آپ کو بُلا رہی ہے۔ احمدیت آپ کو پیر پرستی کی طرف نہیں بلکہ خدا کا دوست بننے کی طرف بُلا رہی ہے"۔

"مبارک وہ قیدی جو دُعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دُعاؤں کیساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے"۔ (لیکچر سیالکوٹ)

داعی

(جناب رفیع رضا)

فکر و عمل کی نگری کا ——— شہزور اِک ہم میں آیا ہے
جس کی راتوں کے گریے نے ——— دھیرے دھیرے اس بستی پر
اِک سُورج سا چمکایا ہے! ——— صبحوں کو مہکایا ہے!!
ہم میں ہمارے راعی نے ——— اللہ کے اس داعی نے
کچھ جذبوں کی گہرائی سے ——— کچھ لفظوں کی سچائی سے
آندھی میں پروائی میں ——— دھر کی گہری کھائی میں
رستہ ایک بنایا ہے ——— ہم کو اوپر لایا ہے!
فکر و عمل کے ماہر نے ——— دل جیتنے والے طاہر نے
کہنہ داغوں کو دھو دھو کر ——— قوم کی خاطر رو رو کر
اُس کے دل میں خود اُس کا ——— پھر احساس جگایا ہے!

"طاہر کا مَیں غلام ہُوں محمود کا ایاز!"

(جناب میر مبشر احمد صاحب طاہر آف بیرو)

مجھ سے ملو کہ گریۂ شب کا بتاؤں راز
مجھ سے ملو کہ مَیں بھی اُٹھاؤں تمہارے ناز

فرقت میں کس طرح سے گزرتے ہیں رات دن
بے چین دِل کے تاروں سے نکلے سُناؤں ساز

وہ مست حال ہوں نہ رہے جس کو کچھ خبر
سر سجدہ ریز: پچھلا پہر شب کا جانماز

تجھ سے ہے التجا شبِ غم کی کر سحر
کر سربلند، سُرخرو، خوشیوں سے سرفراز

جس کے بغیر سارا چمن ہی اُداس ہے
آئے گا کب وہ پیارا ہمارا وہ دل نواز؟

کرلے قبول گر تو خدا کا یہ فضل ہے
سجدے یہ بے حضُور نمائش کی یہ نماز

اپنے کیئے پہ ہوتا ہے نادم یہ دل مرا
خوفِ خدا سے ہوگیا لاریب دِل گداز

طاہر بجا ہے فخر مجھے برملا کہوں
طاہر کا مَیں غلام ہُوں محمود کا ایاز
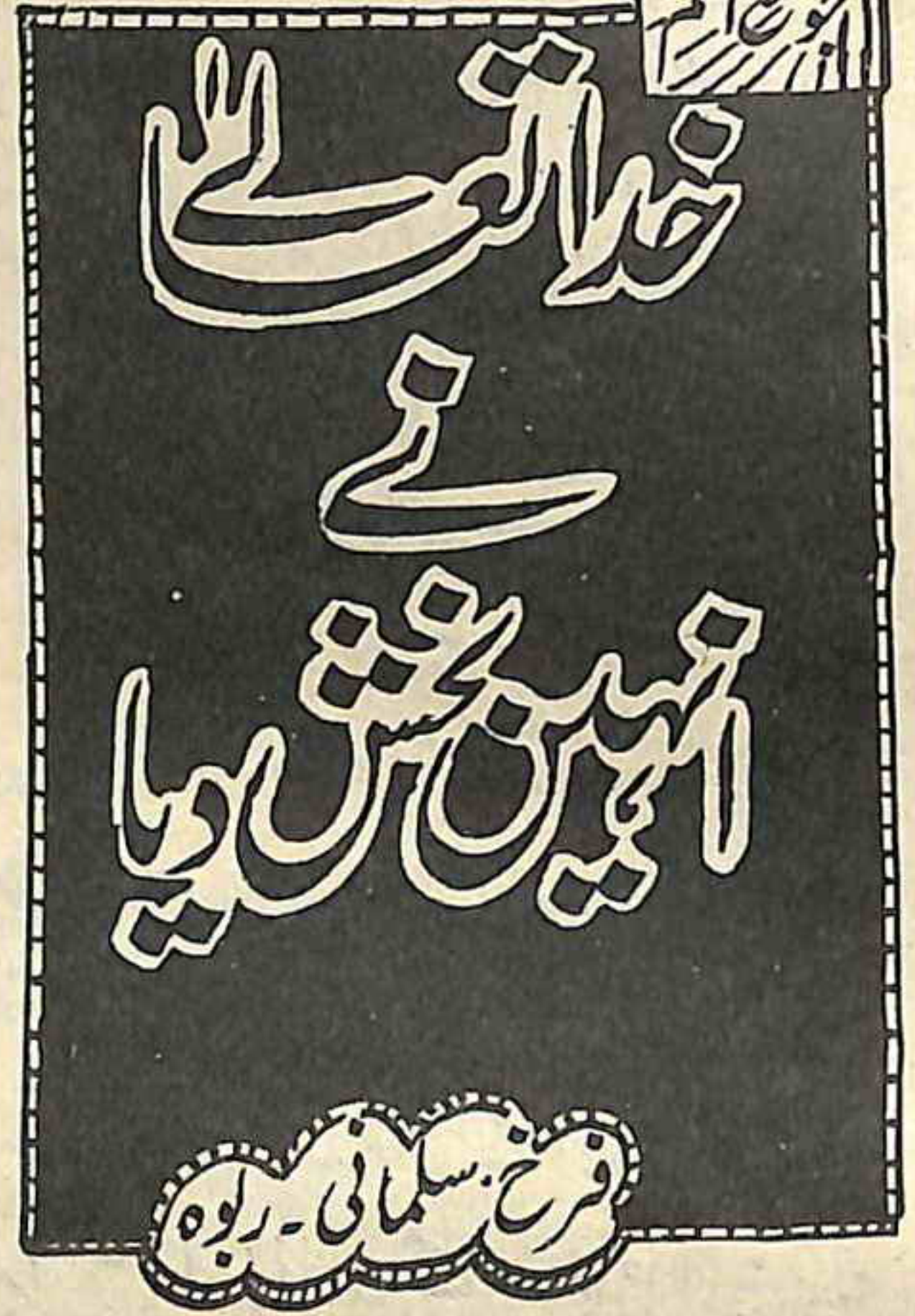
اس کا ہاتھ کاٹ دو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت نے چوری کی۔ جنکی چوری ہوئی وہ اسے آنحضرتؐ کے پاس لائے اور عرض کی کہ اس نے ہماری چوری کی ہے۔ اس عورت کی قوم کے لوگوں نے کہا ہم اس کا فدیہ دیتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم اس کا پانچ سو دینار معاوضہ دیتے ہیں مگر حضورؐ نے پھر انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ چنانچہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! آج تو بلحاظ گناہ سے پاک ہونے کے ایسی ہے جیسی کہ پیدائش کے وقت معصوم تھی۔ اس پر یہ آیت اتری

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

یہ وہی مخزومی عورت ہے جس کے چوری کرنے پر آنحضرتؐ کے پاس اسامہ بن زید رضؓ کو سفارش کی غرض سے بھیجا گیا تھا اور حضورؐ نے اس پر بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضؓ نے اس عورت کے متعلق فرمایا کہ اس کی توبہ بہت اچھی رہی اور اس نے بعد میں شادی کی اور میرے پاس آیا کرتی تھی تو میں اسکی ضرورت کو حضورؐ تک پہنچایا کرتی تھی

صبح اسکے دروازے پر لکھا ہوا تھا

بنی اسرائیل میں ایک مرد کِفل (نامی) تھا جو کسی بھی گناہ سے نہیں بچتا تھا۔ اس کے پاس ایک ضرورت مند عورت آئی۔ اس نے اسے ۶۰ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے بدکاری کریگا۔ جب وہ یہ بدفعل کرنے لگا تو عورت کانپ اٹھی اور رونے لگی۔ اس نے پوچھا کہ کیوں روتی ہے کیا میں نے تمہیں مجبور کیا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔ لیکن یہ ایسا کام ہے جسے میں نے کبھی نہیں کیا۔ اس پر میرا دل راضی نہیں۔ میں تو ضرورت سے مجبور ہو کر اس پر راضی ہوئی ہوں۔

کفل پر اس کا بہت اثر ہوا اور اس نے کہا کیا تو نے مجبوراً ایسا مانا ہے اور تم واقعی کبھی اس کی مرتکب نہیں ہوئی ہو؟ جاؤ اور یہ رقم بھی لے جاؤ۔ اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم آئندہ میں کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اسی رات اس کی موت واقع ہو گئی۔

صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا۔

"اللہ تعالیٰ نے (اس نیکی کے بدلہ میں) کفل کو معاف کر دیا ہے"

اسے واپس لے آؤ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے بارہ میں حکم دیا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ جب وہ دوزخ کے کنارے پر جا کھڑا ہوا تو مڑ کر کہا۔ اے میرے اللہ! میرا گمان تو تیرے بارے میں بڑا اچھا تھا۔ یعنی میں تو آپ سے حسنِ ظن رکھتا تھا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"اسے واپس لے آؤ کیونکہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق

اس سے سلوک کرتا ہوں"

باادب بانصیب

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ایک دوسرا شخص نہر کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف۔ اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے۔ یہ بے ادبی ہے۔ اس لیے وہ اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے کی طرف جا بیٹھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیری مغفرت ہوئی یا نہیں۔ اسنے کہا میرے پاس کوئی عمل نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تو نے ہمارے مقبول بندے احمد بن حنبلؒ کا ادب کیا تھا۔ ہمیں یہ پسند آیا۔ اس لیے تجھے بخشا جاتا ہے"

بقیہ از صفحہ ۲

یہ حضور رسول مقبولؐ کی خاص شانِ رحمۃ للعالمینی ہے کہ مسلمان صلح و جنگ۔ دونوں حالتوں میں انسانی ہستی کا بنیادی حق یعنی انسان کا ذاتی احترام کبھی فراموش نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رسالت مآبؐ کے عہد میں حقوق انسانی

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ مئی ۱۹۸۷ء)

جناب پروفیسر حمید احمد خان صاحب

ہمارے ہادی و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیک وقت حقوق خداوندی کے احترام کی تعلیم بھی فرمائی اور حقوق انسانی کے احترام کی بھی، اس تعلیم کا حاصل دینِ اسلام ہے۔

اسلام کو انسان کے مادی و روحانی اور انفرادی و اجتماعی نظامِ حیات دونوں سے یکساں تعلق ہے۔ جو بیشمار مسائل اس طرح پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے ہمیں اس وقت صرف ایک مسئلے سے اور اس مسئلے کے بھی چند نمایاں پہلوؤں سے سروکار ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسلام نے عالم عمرانی میں انسان کو کیا مقام عطا کیا۔ یعنی معاشرے کی تنظیم میں انسان بحیثیت انسان کی اہمیت کس حد تک تسلیم کی گئی ہے۔ یہاں انسان بحیثیت انسان کی ترکیب خصوصیت سے قابلِ لحاظ ہے۔ انسان کبھی بادشاہ یا جاگیردار اور برہمن یا اسقف بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان حیثیتوں میں جو عظمت اسے حاصل ہو وہ بحیثیت انسان اس کی عظمت نہیں کہلا سکتی۔ برہمن سے اس کی برہمنیت منفی کر دیں تو پھر اندازہ ہوتا ہے کہ ہندو دھرم نے اسے بحیثیت انسان کیا عمرانی مقام دیا ہے۔ چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے اپنے نظامِ سیاست و معاشرت میں انسان بحیثیت انسان کا ایک خاص مرتبہ تسلیم کیا تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اسلام کے نزدیک انسان کی ایک فضیلت ایسی ہے جو اسے ہر حال میں میسر رہتی ہے خواہ وہ انسان عربی ہو یا عجمی، یہودی ہو یا مشرک، بادشاہ ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، برہمن ہو یا شودر۔

انسان کو اس بنیادی فضیلت کا میسر ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا جوہرِ انسانیت نسل، نسب اور جنس، وطن، قوم اور سیاست کی زنجیروں سے آزاد ہے۔ حریتِ انسانی کا یہ مفہوم تاریخ میں اس وقت نمودار ہوا، جب بنی آدم کی عظیم الشان اکثریت کو انفرادی یا نسلی، نسبی یا مذہبی اقتدار کے نیچے دبے ہوئے ہزاروں برس گذر چکے تھے۔ رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں صاف اعلان کر دیا۔

"عرب کو غیر عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ تم سب اولادِ آدم ہو"۔

اب ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان بندگی کا رشتہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس اسلامی تصور کو علامہ اقبال

نے بجا طور پر ایک انقلابی تصوّر قرار دیا ہے۔

انقلاب ضمیر کی اس کوشش کے پیچھے اصل الاصول اسلام یعنی عقیدۂ توحید ہے۔ مسلمان جب اقرار باللسان کے ذریعے سے اپنے اسلام پر گواہی دیتا ہے تو وحدانیتِ ذاتِ باری تعالیٰ کا اعلان "ہو اللہ احد" کے مثبت دعوے کے ذریعے سے نہیں کرتا بلکہ "لا الہ الا اللہ" کے منفی دعوے کو زبان پر لا کر سب سے پہلے اینٹ پتھر اور گوشت پوست کے ہر "مجسمے" کی خدائی کا انکار کرتا ہے۔ اس پہلی منزل پر اسقف اور حبر اور پروہت، وزیر اور حاکم اور افسر کی بندگی ختم ہو جاتی ہے اور پھر خدا اور اس کے بندے کے درمیان کوئی تیسری ہستی حائل نہیں رہتی۔

ذاتِ باری کے اس رفیع الشان تصوّر نے معاشرتی انصاف کا ایک ایسا نصب العین دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اسلام تمام بنی نوع انسان کے لئے امن و سلامتی کا پیغام بن گیا۔ حضور رسالت مآبؐ نے اپنے پیغام کے اس پہلو کو ہمیشہ خاص طور پر نمایاں کیا۔ نجاشی بادشاہِ حبش کو جو مکتوب مبارک گیا اس کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

"(بندگانِ خدا کے ساتھ) تعدی چھوڑ دے۔ میں تجھے اور تیرے عساکر کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔"

الغرض جب خدا اور رسولؐ نے دنیا کے ہر انسان کو اپنی توجہ کا مستحق گردانا تو انسانی وقار کا پایہ خود بخود بلند ہو گیا اور اس طرح حریتِ اسلامی کا تصوّر مستحکم بنیادوں پر قائم ہوا لیکن اس تصوّر کی حیثیت محض نظری یا شرعی ہی نہیں ہے۔ اس کی ایک عملی یعنی تاریخی حیثیت بھی ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ کسی مسئلے کو علمی طور پر ثابت کر دینے سے اس کی عملی حیثیت خود بخود ثابت نہیں ہو جاتی۔ اب ذرا تاریخ سے شہادت لیجئے کہ اسلام نے عملاً حریتِ انسانی کا احترام کس حد تک کیا۔

بنی نوع انسان کے لئے حضورؐ کے انکسار اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ مدینے کی ایک مجذوب سی عورت نے اپنے کسی کام کے لئے حضورؐ کو راہ چلتے ہوئے روک لیا تو شہنشاہِ عرب دیر تک سرِ رہگذر بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا۔ بایں ہمہ حضورؐ کے رعب و وقار کا یہ عالم تھا کہ فتح مکّہ کے دن ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر کچھ عرض کرنا چاہا تو جلالِ نبوی نے اس کے بدن پر لرزہ طاری کر دیا۔ آپؐ نے اس شخص کو اس طرح تشفی دی:

"گھبراؤ مت۔ میں کوئی بادشاہ نہیں، ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے، جو جناب رسولِ کریمؐ کے پہلے جانشین اور خلافتِ اسلامیہ کے اوّلین رکن ہیں، ان یادگارِ زمانہ الفاظ میں اپنے جلیل القدر منصب کا جائزہ لیا:

"لوگو! میں اگرچہ تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ تاہم تمہارا سردار مقرر کیا گیا ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری تائید کرو اور اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو تو میری اصلاح کر دو... جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرو اور جب میں اس سے انحراف کروں تو تم پر بھی میری اطاعت فرض نہیں۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت کا آغاز ان روح پرور الفاظ سے کیا تھا جن کے متعلق ولندیزی مستشرق دگوئجے بجا طور پر کہتا ہے کہ ان کا طلسم کبھی ٹوٹنے نہ پائے گا:

"خدا کی قسم، تم میں سب سے زیادہ ناتواں میری نگاہ میں سب سے زیادہ توانا ہو گے۔

تا وقتیکہ ان کے حقوق ان کو دلوا نہ لوں لیکن
جو تم میں سب سے زیادہ توانا ہے اس کو سب
سے زیادہ ناتواں سمجھوں گا۔ تا وقتیکہ وہ قانون
کے آگے اپنا سر جھکا نہ دے"۔

اور یہ محض زبانی دعویٰ ہی نہیں تھا۔ خلافت فاروقی کے متعدد واقعات اس کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں شاید سب سے زیادہ، عبرت آموز بنو غسان کے سردار جبلہ بن الایہم کا واقعہ ہے، جسے علامہ شبلی نے تو براہ راست حضرت عمرؓ کے تعلق سے بیان کیا ہے لیکن علامہ ابن قتیبہؒ نے اسے حضرت ابو عبیدہؓ جراح سے متعلق کیا ہے اور غالباً یہی روایت زیادہ صحیح بھی ہے۔ ابن قتیبہؒ کا بیان یہ ہے:

'جبلہ بن الایہم غسانیوں کا آخری بادشاہ تھا۔ اس نے عمرؓ ابن الخطاب کے عہدِ خلافت میں اسلام قبول کیا لیکن بعد میں پھر مسیحی ہو گیا اور دولت بازنطین میں جا کر مقیم ہوا۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار دمشق کے بازار سے گزر رہا تھا کہ تماشائیوں میں سے ایک کا پاؤں اسکے گھوڑے کے سم کے تلے آ گیا۔ اس شخص نے اُچک کر جبلہ کے منہ پر ایک تھپڑ مارا۔ غسانیوں نے اُسے گرفتار کر کے ابو عبیدہ جراح کے سامنے استغاثہ کیا کہ اس شخص نے ہمارے رئیس کو مارا ہے۔ ابو عبیدہؓ نے جب پوچھا کہ تمہارے دعوے کا کیا ثبوت ہے، تو جبلہ نے اُن سے کہا کہ آپ ثبوت کس غرض سے چاہتے ہیں؟ ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مدعا علیہ نے تمہیں طمانچہ مارا ہے تو تم کو بھی اس کے بدلہ میں اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارنے کی اجازت دی جائے گی جبلہ یہ سُن کر حیران رہ گیا اور پوچھنے لگا کہ کیا یہ شخص مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی پاداش میں قتل نہ کیا جائے گا؟ اور جب ابو عبیدہؓ نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا تو بدیں خیال کہ اس کے مرتبے کا کچھ تو خیال کیا جائے گا، پوچھنے لگا کہ کیا اس کا داہنا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے گا؟ ابو عبیدہؓ نے سختی سے کہا کہ ہرگز نہیں۔ خدا نے صرف برابر کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ جبلہ یہ سُن کر رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے رومی علاقے میں جا کر عیسائیت اختیار کر لی اور باقی عمر وہیں گزاری'۔

لیکن اس قسم کے واقعات گِنانے سے کہیں زیادہ اہم یہ سوال ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے سیاسی حقوق کی کہاں تک پاس داری کی۔ اس سلسلے میں اس مہتم بالشان سند کے الفاظ کا حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، جو رسول کریمؐ نے کوہِ سینا کے قریب کی مسیحی خانقاہ سینٹ کیتھون کے راہبوں اور تمام عیسائی قوم کو عطا کی تھی۔ اس سند میں عیسائیوں کے جان و مال، اُن کے کلیسا اور پیشوایانِ مذہب کے مکانات کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی گئی۔ مسیحیوں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ جو مسیحی عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں ان پر تبدیلِ مذہب کے لئے ہرگز جبر نہیں کیا جائے گا۔ ساتھ ہی یہ یقین دلایا گیا کہ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے مدد کی ضرورت ہوئی تو مسلمانوں پر اُن کی مدد لازم ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی اعلان کر دیا گیا کہ اگر کوئی مسلمان اِن مراعات کا احترام نہ کرے گا تو وہ احکامِ ربانی کو توڑنے والا سمجھا جائے گا۔

جب حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں دمشق کے مسیحی اسقف کی زبان سے ہم ذیل کے کلمات سُنتے ہیں:

" یہ عرب جن کے ہاتھ میں خدا نے آج کل ہماری قسمت کی باگ دے رکھی ہے مذہب عیسوی کے خلاف جنگ نہیں کرتے، بلکہ ہمارے دین کی حمایت کرتے ہیں۔ ہمارے پیشوایانِ مذہب اور اولیائے ملّت کو نگاہِ احترام سے دیکھتے ہیں۔ اور

ہمارے کلیساؤں اور خانقاہوں کو عطیے اور تحائف دیتے ہیں۔"

حضرت علی مرتضیٰؓ کا عہد آیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

"ذمی (یعنی مسلمانوں کے زیر پناہ غیر مسلم) کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔"

خلفائے راشدینؓ کا احساس اس معاملے میں اسقدر لطیف تھا کہ حضرت عمرؓ نے بستر مرگ پر لیٹے لیٹے جو وصیت کی۔ اس میں بھی یہودی اور عیسائی اقلیت کو فراموش نہیں کیا۔ انکے الفاظ یہ تھے:

وہ شخص جو جانشینی کے لئے منتخب کیا جائے، اس کو میری یہ آخری استدعا پہنچا دینا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اسے چاہیئے کہ رسول اللہؐ نے جو قول انہیں دیا تھا، اسے ایمان داری سے پورا کرے۔"

جنگی قیدیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی جو مثال حضور رسولِ مقبولؐ نے قائم کی، دنیا کو اس سے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ قیدیوں کی گرفتاری کے بعد آنحضرتؐ سب سے پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے۔ غزوۂ حنین کے بعد رسول اللہؐ اور صحابہؓ نے مجموعی طور پر چھ ہزار قیدی اس طرح آزاد کر دیئے تھے۔ قیدیوں کی تواضع معزز مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ مسلمان اُن کے آرام و آسائش کے لئے اپنی راحت و آسودگی کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا کرتے تھے۔ غزوۂ بدر کے ایک قیدی نے اپنی رہائی کے بعد اپنی اسیری کی کیفیت اس طرح بیان کی:

"مسلمانوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہمیں کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔"

(باقی صا۱۶ پر)

سیّد محمود فہیم

غزل

بے حس کیسی دھرتی ہے
ظلم جو سارے تکتی ہے

بے جان بدن کی زندہ رُوح
خون میں کیسی سجتی ہے

قوّتِ دل بے کار ہے کیوں
کر یہ سب کچھ سکتی ہے

دولت جس کی باندی ہو
اُس کو ہر جا شکتی ہے

دھنوان کی بیٹی ہے پھر بھی
آشاؤں میں جلتی ہے

امن کی خواہش یاد یہ رکھ
طُوفانوں میں پلتی ہے

مظلُوم کی ہر اک چیخ فہیم
کیوں میرے دل پہ بجتی ہے

○

وصالِ ناصرِ دیں

(جناب ضیاء اللہ مبشر۔ کراچی)

بھول سکتا ہی نہیں میں جون کی وہ شب کبھی
وہ وصالِ ناصرِ دیں، وہ فراقِ مرشدی

حضرتِ ناصر مرے محبوب آقا چل بسے
رنج و غم میں مبتلا سب، صبر کی طاقت کسے

سایۂ غم تھا، غضب کی دھوپ تھی، پر سب کھڑے
منتظر تھے رُوئے آقا پر نظر اپنی پڑے

اشکوں سے پُرنم تھے دیدے، ششدر و حیران تھے
جانے والے تیری فرقت میں سبھی بے جان تھے

انتظارِ انتخابِ نَو تھا سخت از قتلِ جاں
یا خدا کی بارگاہ سے تھا وہ وقتِ امتحاں

مرحبا جب ابرِ غم میں ماہِ نَو آیا نظر
کچھ خوشی کچھ غم میں دامن ہو گیا اشکوں سے تر

عہدِ تجدیدِ وفا نے وہ دکھایا ہے اثر
ہو گئی ہر جاں نثارِ پائے طاہر بہ سر

کتابوں پر تبصرہ

نام کتاب: آنکھوں کی ٹھنڈک (شعری مجموعہ)
شاعر: محترم مولانا نسیم سیفی صاحب
ناشر: سیفی برادرز۔ میکلوڈ روڈ لاہور
قیمت: بیس روپے
ربوہ میں ملنے کا پتہ: اظہر اقبال سیفی، دارالرحمت وسطی ربوہ

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب جماعت کے ایک جیّد عالم ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ایک اعلیٰ وارفع مقصد اپنے اندر رکھتی ہے۔ اعلائے کلمۃ الحق اور خدمت احمدیت۔ اس لحاظ سے آپ بامقصد شاعری کرنے والے معدودے چند شعراء میں سے ہیں۔ آپ اپنے پیغام کو بڑی عمدگی، نفاست اور سلاست کے ساتھ قاری تک پہنچاتے ہیں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ گویا یہ اسی کے دل کی آواز ہے۔ زیر نظر مجموعہ میں انہوں نے بچوں اور نوجوانوں کے لئے دلچسپ اور اصلاحی تربیتی نظمیں جمع کر دی ہیں چند نظموں کے عنوان ملاحظہ ہوں۔ راستبازی، خدا سے دوستی، کمرۂ امتحان، ناامیدی، سیکھتے رہیئے۔ ساری نظمیں بڑی سادہ اور بلیغ زبان میں ہیں۔ اس سے قبل مولانا کے ۸ شعری مجموعے اردو میں اور دو انگریزی میں شائع ہو چکے ہیں۔ اردو مجموعے یہ ہیں:-

اشارے، معیارِ صداقت، نورِ فطرت، تشنہ لب، تلاشِ مسلسل، زادِ سفر، قدم قدم منزل، کمندِ شوق ——
آنکھوں کی ٹھنڈک کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا:" بچوں اور نوجوانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ احباب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور دلچسپی سے پڑھا جائے اور قبول ہو"——

نام کتاب: دعائیہ خزائن
مرتبہ: محمد اعظم اکسیر
ناشر: احمد اکیڈمی۔ ربوہ

دعا عبادت کا مغز اور مومن کی جان ہے مگر انسان تو اتنا کمزور ہے کہ اسے خدا سے مانگنا بھی نہیں آتا اسی لئے دینِ حق نے بڑی تفصیل کے ساتھ دعا کا طریق اور اس کے الفاظ تک سکھائے ہیں پھر انکی روشنی میں دل سے بے ساختہ جو دعائیں پھوٹتی ہیں وہ اپنی ذات میں قبولیت کا نشان بن جاتی ہیں۔

یہ کتاب مسنون دعاؤں کا ایک بہت قابلِ قدر مجموعہ ہے جس میں اوّلاً قرآن کریم کی دعائیں ہیں اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ اور ہر قسم کے حالات کیلئے روشنی مہیا کرتی ہیں۔ آخر پر وہ دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو الہاماً سکھائیں یا آپکے بے قرار دل سے اٹھتی رہیں۔

اس اصل خزانہ کے علاوہ کتاب کے آغاز میں دعا کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات اور قبولیتِ دعا کے طریق ہیں جو حضرت مصلح موعود نے بیان فرمائے ہیں۔ الغرض روحانی اور تربیتی خزانوں کا ایک مجموعہ ہے۔ کتابت اور گٹ اپ عمدہ ہے۔

احباب اس سے بہت مفید پائیں گے

ممالکِ عالم

متحدہ عرب امارات

مکرم معین الحق شمس صاحب
شارجہ

براعظم ایشیا کے وسط میں واقع یہ ملک سات عرب ریاستوں پر مشتمل ہے۔ اگر جغرافیائی حیثیت پر نگاہ ڈالیں تو یہ ملک خلیج عرب کے جنوبی ساحلوں سے شروع ہوتا ہے اور یہی ساحل مغرب میں اس کی سرحدیں قطر سے ملا دیتے ہیں۔ جبکہ مشرق میں یہ سلطنت عمان کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ خلیج عمان پر سے مل کر شمالی علاقے کو جو پہاڑی سلسلوں اور چند جزیروں پر مشتمل ہے پانی سے الگ کر دیتا ہے۔ جنوب اور مغربی سمتوں میں اس کے ریگستان سعودی عرب سے جا ملتے ہیں۔ یہ ملک جن سات امارات پر مشتمل ہے ان میں ابوظبہی، دوبئی، عجمان، فجیرہ، راس الخیمہ، شارجہ اور ام القوین شامل ہیں۔ موجودہ متحدہ شکل سے پہلے ان امارات میں اپنی اپنی انفرادی حکومتیں قائم تھیں دسمبر ۱۹۷۱ء میں چھ اماراتوں کے الحاق سے مشترکہ حکومت قائم ہوئی جبکہ راس الخیمہ ۱۹۷۲ء میں ساتویں ریاست کی حیثیت سے متحدہ حکومت میں شامل ہوئی متحدہ عرب امارات کا رقبہ ۸۳،۶۰۰ مربع کلومیٹر ہے جبکہ آبادی ۱۰،۴۰،۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔

شیخ زید بن سلطان النہیان اس اتحاد کے صدر اور ابوظبہی کے حکمران ہیں جبکہ دوبئی کے حکمران شیخ راشد بن سعید المکتوم ملک کے نائب صدر اور وزیر اعظم ہیں۔ دوسری تمام امارات کے حکمران سپریم کونسل کے ممبر ہیں۔ وزارتی محکموں کے زیادہ تر دفاتر ابوظبہی میں ہیں اس کے علاوہ دوبئی میں بھی چند وزارتوں کے دفاتر موجود ہیں۔

۱۔ ابوظبہی

اس ملک کا سب سے بڑا شہر ہونے کے ساتھ ساتھ دارالحکومت بھی ہے۔ شیخ زید بن سلطان النہیان یہاں کے حکمران ہیں اور ساتھ ہی وہ متحدہ عرب امارات کے صدر بھی ہیں۔ ملک کی معیشت میں ابوظبہی سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہاں تیل اور گیس کی پیداوار دوسری تمام امارات سے زیادہ ہے۔

ابوظبہی کا کل رقبہ ۶۷،۶۰۰ مربع کلومیٹر ہے خلیج عرب کے ساحل پر واقع ہے مغرب میں جزیرہ نما قطر سے ملتا ہے جبکہ شمال مشرق میں دوبئی واقع ہے ابوظبہی سب سے وسیع امارت ہے اس کی سرحدیں قطر اور سعودی عرب سے ملتی ہیں۔ اس کا ساحل ۴۰۰ کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ اس کے سمندر میں واقع تیل سے مالا مال جزیرے اسکی اہمیت میں اضافہ کرتے ہیں

۲۔ دوبئی

ملک کی دوسری بڑی امارت ہے۔ شیخ راشد بن سعید المکتوم یہاں کے حکمران ہیں۔ دوبئی کا رقبہ ۳۹۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ شہر دوبئی CREEK کے ساتھ ساتھ آباد ہے جو اسے دو حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے ا۔ دیرہ جو کہ شمالی سمت میں واقع ہے اور ۲۔ دوبئی جو کہ CREEK کی جنوبی سمت میں ہے۔ دونوں علاقوں کی آمدورفت بحال کرنے کیلئے پُل، زیرِ زمین سرنگ اور کشتیوں کی سہولتیں فراہم ہیں تاریخی اہمیت کا حامل یہ شہر ہمیشہ خلیج عرب کے ممالک میں ایک اہم کاروباری نوعیت کا حامل رہا ہے اور اس وقت بھی دوبئی متحدہ عرب امارات کا ایک اہم ترین تجارتی مرکز ہے۔

۳۔ شارجہ

دوبئی کے شمال مشرق میں واقع یہ امارت ملک کی تیسری بڑی امارت ہے جو ۲۶۰۰ مربع کلومیٹر علاقے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ایک طرف خلیج عرب کے ساحل ہیں تو دوسری طرف اس کا حصّہ خلیج عمان سے جا ملتا ہے۔ امارت کے مغرب میں بلند پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے جو سلطنت عمان سے جا ملتا ہے۔ خوبصورت پہاڑوں کے درمیان بل کھاتی سڑکیں خوبصورت مناظر پیش کرتی ہیں۔ خورفکان۔ کلبا۔ دبّہ اور زید شارجہ کے خوبصورت اور اہم علاقے ہیں یہ علاقے بڑے سرسبز ہیں۔ لبعض علاقوں میں آم کھجور لیموں، مالٹے اور دوسرے پھلوں کی کاشت کی جاتی ہے بعض علاقوں میں چشمے ہیں اور کئی کمپنیاں چشموں سے پانی حاصل کر کے اس کو بوتلوں میں پیک کر کے بیچتی ہیں۔

۴۔ راس الخیمہ

راس الخیمہ کا علاقہ چوتھے نمبر پر آتا ہے یہ امارت ۱۶۹۰ مربع کلومیٹر رقبے پر پھیلی ہوئی ہے

۵۔ فجیرہ

اس کا رقبہ ۱۱۵۰ مربع کلومیٹر ہے جغرافیائی حیثیت سے یہ امارت دوسری امارتوں سے مختلف ہے یہ خلیج عمان کے ساحل پر واقع ہے۔ پہاڑی سلسلوں اور ساحلی میدانوں پر مشتمل اس امارت میں کہیں ریگستان نہیں ہے۔

۶۔ اُمّ القوین

شارجہ اور راس الخیمہ کے درمیان واقع یہ امارت ۷۵۰ مربع کلومیٹر رقبے پر پھیلی ہے۔ فلیج المؤلّا FALAJ-UL-MUALLA اس امارت کا زرخیز ترین علاقہ ہے جس کی زرعی ترقی پر حکومت خصوصی توجہ دے رہی ہے

۷۔ عجمان

متحدہ عرب امارات کی یہ سب سے چھوٹی امارت ہے جس کا رقبہ صرف ۲۵۰ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ شہر بھی CREEK کیساتھ لمبا ہوا ہے۔ اسکا تمام علاقہ شارجہ سے گھرا ہوا ہے۔ جبکہ ایک طرف ۲۳ کلومیٹر طویل سمندر ہے مناما اور مصفت اس کے زرعی اہمیت کے حامل علاقے ہیں

ملک کی معیشت بنیادی طور پر تیل پر انحصار کرتی تھی۔ ۱۹۸۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق تیل کی یومیہ پیداوار ۱ء۵۰ ملین بیرل ہے اس کے علاوہ قدرتی گیس کے ذخائر بھی ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں تیل کی طرح گیس بھی بیرونی ممالک کو برآمد کی جا رہی ہے۔ اور مستقبل قریب میں اس کی پیداوار میں مزید اضافے کا امکان ہے۔ ۱۹۸۱ء میں لیے گئے جائزہ کے مطابق ۲ء۲۲۸ بلین کیوبک فٹ تھی۔

صنعتی اعتبار سے اس ملک نے کوئی قابلِ ذکر ترقی نہیں کی البتہ مستقبل قریب میں چند بڑے منصوبے عمل میں آئیں گے۔ جن پر عمل درآمد سے صنعتی ترقی پر اچھا اثر پڑیگا۔ ان منصوبوں میں قابل ذکر منصوبہ رویس انڈسٹریل کمپلیکس ہے جس پر کروڑوں ڈالرز کی لاگت آئیگی یہ کمپلیکس رویس کے علاقے میں جو ابوظہبی سے ۲۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے قائم ہو گا۔ یہ ایک صنعتی شہر کی شکل میں قائم کیا جائیگا۔ اس منصوبے سے فولاد سازی، معدنی تیل کی مصنوعات اور ملکی صنعتوں میں ترقی کے امکانات ہیں۔ اس کے علاوہ متحدہ عرب امارات میں فولاد سازی کاغذ سازی، شیشہ سازی کے کارخانے فلور ملیں سیمنٹ پلانٹ، خوردنی اشیاء، المونیم کی مصنوعات اور ہر قسم کی تاروں کے کارخانے موجود ہیں۔

یہاں کے باشندوں کو اپنی تہذیب و ثقافت سے گہرا لگاؤ ہے جس کا سب سے نمایاں ثبوت ان کا لباس ہے۔ امیر کبیر سے لے کر غریب بدو تک سب ایک جیسا سیدھا سادھا روایتی سفید لباس پہنتے ہیں جسے یہاں کی زبان میں "کندورہ" کہا جاتا ہے دوسرے عرب ممالک میں بھی یہی لباس مقبول ہے۔ خواتین بھی اپنا مخصوص لباس پہنتی ہیں۔ گھر سے باہر خواتین اپنے لباس پر پردے کی غرض سے سیاہ قبا بھی اوڑھتی ہیں۔ روایتی لوک موسیقی کی محفلیں بکثرت منعقد ہوتی ہیں۔ اونٹوں سے عرب عوام کو بڑی انسیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاروں کی فراوانی کے باوجود بھی اونٹوں کی اہمیت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اونٹوں کی پرورش اور نگہداشت آج بھی اپنے روایتی انداز میں ہوتی ہے اونٹوں کی روایتی دوڑ کے مقابلے اکثر منعقد ہوتے رہتے ہیں جس میں ملک کی معزز شخصیتیں شرکت کرتی ہیں اور کامیاب کھلاڑیوں کو قیمتی انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ باز اور شاہین کے ذریعے شکار کا شوق بھی بہت زیادہ ہے اور اپنے شوق کی تسکین کے لیے بڑی بھاری قیمتیں ادا کرکے یہ پرندے خریدے جاتے ہیں۔ جن کی قیمتیں دس ہزار درہم سے لیکر پندرہ ہزار درہم تک ہوتی ہیں جو پاکستانی کرنسی کے مطابق قریباً ۴۵ ہزار سے ۶۵ ہزار روپے تک ہوتی ہے۔ یہ پرندے ایران پاکستان اور رومانیہ سے درآمد کیے جاتے ہیں۔

موسم کے اعتبار سے یہ ملک کسی قدر گرم ہے مئی سے اکتوبر تک گرمی پڑتی ہے۔ جس میں جون جولائی اور اگست میں شدید گرمی پڑتی ہے اور درجہ حرارت ۴۵° سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے جبکہ اس دوران کم از کم درجہ حرارت ۳۰° سنٹی گریڈ تک رہتا ہے نومبر سے مارچ تک موسم معتدل رہتا ہے اور بارش صرف دسمبر تک متوقع ہوتی ہے وہ بھی برائے نام۔ سردی بھی بہت ہی معمولی پڑتی ہے اس دوران درجہ حرارت ۲۰° درجہ سنٹی گریڈ تک رہتا ہے۔

یہاں کی کرنسی کا نام درہم ہے۔ جو کہ پاکستانی

روپوں کے مطابق ۴٫۳۵ روپے کا ایک درہم ہے ویسے یہاں پر تقریباً ہر ملک کی کرنسی بہت آسانی سے تبدیل کی جاتی ہے اور مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے لوگوں کا اخلاق اچھا ہے چھوٹا ہو یا بڑا ایک دوسرے کو عزت اور خلوص سے ملتے ہیں۔

یہاں پر کافی ملکوں کے لوگ آباد ہیں جن میں اکثریت ہندوستانی اور پاکستانیوں کی ہے اس کے علاوہ دیگر عرب ممالک کے باشندے ہیں۔ اسی طرح یہاں پر مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں عربی اور انگلش کے علاوہ اردو بھی بکثرت بولی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ لوکل عرب اکثر اردو جانتے ہیں۔

بقیہ صـ۲۵ سے آگے۔ فرائڈ

ہوئے طرح طرح کی نفسیاتی بیماریاں پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

فرائڈ نے تین اہم نظریات دنیا کے سامنے پیش کئے۔

۱۔ لاشعور کا وجود اور انسانی زندگی پر اس کا اثر

۲۔ یہ کہ دماغ کے مختلف حصوں میں منقسم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم بعض خیالات یا تجربات کو قابل شرم یا نفرت سمجھتے ہوئے شعور سے باہر دھکیلتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ لاشعور میں دب جاتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ جنسی خواہش بچے کی زندگی پر محیط ہوتی ہے اور مخالف جنس PARENTS پر مرکوز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ سوسائٹی اس قسم کے خیالات کی اجازت نہیں دیتی اس لیے بچہ اس خواہش کو دباتا ہے اور اس طرح ODEPUS COMPLEX میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہ الجھن اس کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔

فرائڈ

اور اس کے نظریات کا تعارف

(مکرم حبیب احمد صاحب۔ استاذ الجامعہ)

فرائڈ ۱۸۵۶ء میں چیکوسلواکیہ میں پیدا ہوا وہ ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ جب چار برس کا تھا کہ اس کا گھرانہ ویانا منتقل ہوگیا۔ باقی زندگی اس نے ویانا میں گذاری۔ جنگ عظیم دوم کے دوران وہ انگلستان مقیم ہوگیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اس نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۸۱ء میں اس نے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ اس کی توجہ دماغی بیماریوں کے علاج کی طرف مبذول ہوگئی اور اس نے دماغی بیماریوں کے ڈاکٹر کی حیثیت سے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔

۱۸۸۴ء میں ڈاکٹر بروئر نے اسے ایک نہایت اہم واقعہ بتایا۔ اس نے بیان کیا کہ اس کے پاس ایک عورت آئی جو ہسٹیریا میں مبتلا تھی۔ وہ کہنے لگی میں باتیں کرتی ہوں تم میری باتیں سنتے جاؤ۔ شاید اس طرح میرے دماغ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے کچھ وقت مقرر کر دیا گیا۔ روزانہ مقررہ وقت پر ڈاکٹر اس کی باتیں سنتا رہتا۔ اس طرح چند ہفتے ڈاکٹر اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے بعد وہ بالکل صحت یاب ہوگئی۔ اس کیس سے فرائڈ کو اندازہ ہوگیا کہ مریض کے دماغ میں کچھ جذباتی نوعیت کے تجربات دبے ہوئے ہوتے ہیں جو لاشعور میں خوابیدہ صورت اختیار کر لیتے ہیں وہاں سے مریض کی شعوری زندگی پر اثر انداز ہو کر دماغی بیماریاں پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں اس واقعہ نے فرائڈ کو دماغی بیماریوں کا صحیح ادراک عطا کیا۔

۱۸۸۵ میں فرائڈ پیرس گیا تاکہ وہاں مشہور ماہر نفسیات چارکوٹ کے طریق کار سے واقفیت حاصل کرے۔ فرائڈ نے وہاں دیکھا کہ چارکوٹ اپنے مریضوں کو ہپناٹائز کرتا تھا۔ اس حالت میں وہ مریض سے سوالات پوچھ کر اس کے لاشعور میں دبی ہوئی جذباتی الجھنوں تک رسائی حاصل کر لیتا تھا۔ اس حالت میں مریض کے ماضی تک پہنچنا آسان ہوتا تھا پھر مریض کو سارے بھولے ہوئے واقعات یاد دلا کر اور صحت مند تجاویز دے کر اس کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اس عمل سے مریض صحت یاب ہو جاتا تھا۔ فرائڈ نے ویانا واپس آکر چارکوٹ کا طریق کار اپنا کر باقاعدہ پریکٹس شروع کر دی اور کامیابی سے مریضوں کا علاج کرتا رہا۔

۱۸۸۵ء میں فرائڈ نے ہپناٹائز کر کے مریضوں کا علاج

کرنا بند کر دیا۔ کیوں کہ ہر مریض کو ہپناٹائز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے اس کی جگہ ایک نیا طریق اختیار کیا جسے اس نے FREE-ASSOCIATION کا نام دیا۔ مریض کو ہپناٹائز کرنے کی بجائے اسے عام حالت میں سامنے بٹھایا جاتا اور اس کے سامنے ایک ایک کر کے مختلف الفاظ بولے جاتے۔ اسے ہدایت ہوتی کہ ہر لفظ کے نتیجے میں جو کچھ بھی اس کے شعور میں مستحضر ہو وہ اسے بلا خوف و خطر بیان کر دے۔ بعض اوقات مریض کے ذہن میں ایسے خیالات آتے جن کے اظہار سے وہ ہچکچاتا۔ لیکن فرائڈ اسے کہتا کہ بلا خوف و خطر ہر قسم کے خیالات کا اظہار کر دو۔ اس طرح فرائڈ مریض کے لاشعور میں دبی ہوئی جذباتی الجھنوں کو شعور کی سطح تک لانے میں کامیاب ہو جاتا جب یہ الجھنیں شعور میں آتیں اور ان کے ساتھ منسلک جذبات کا انکاس ہو جاتا تو فرائڈ صحت مند SUGGESTIONS کے ساتھ ان خیالات کو مریض کی شعوری زندگی کے ساتھ منسلک کر دیتا۔ اس طرح مریض کی بیماری ختم ہو جاتی فرائڈ نے اس طریق کار کا نام PSYCHO-ANALYSIS رکھا۔

مریض کے خواب فرائڈ کے لیے بڑے اہم ہوتے۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ مریض کے لاشعور میں مدفون جذباتی الجھنیں ہی خوابوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات اور تجربات شعور میں اپنا اظہار چاہتے ہیں، لیکن مریض کا اخلاقی ضمیر انہیں شعور میں آنے سے روکتا رہتا ہے۔ جب مریض بیدار ہوتا ہے تو اس کا اخلاقی ضمیر ان خیالات کو سختی سے دبائے رکھتا ہے اور انہیں شعور میں آنے نہیں دیتا، لیکن جب مریض سو جاتا ہے تو اس کے اخلاقی ضمیر کی قوت کم ہو جاتی ہے اب لاشعور میں مدفون خیالات کو اظہار کا موقع مل جاتا ہے چنانچہ وہ خیالات خواب بن کر شعور میں اپنا اظہار کرتے ہیں۔ چونکہ نیند کی حالت میں اخلاقی ضمیر کمزور ہو جاتا ہے لیکن بالکل مُردہ نہیں ہوتا اس لیے خواب اخلاقی ضمیر کے خوف کی وجہ سے بالکل برہنہ ہو کر اظہار نہیں کرتے بلکہ وہ علامتی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اسی لیے خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔

فرائڈ کا خیال تھا کہ جو خواہشات ہم جاگتے ہوئے معاشرے کے ڈر سے پوری نہیں کر سکتے ان کو ہم دبا لیتے ہیں جو لاشعور میں خوابیدہ ہو جاتی ہیں۔ نیند کی حالت میں چونکہ ہمارا اخلاقی ضمیر یا "CENSOR" کمزور پڑ جاتا ہے اس لیے خواب کی شکل میں ان خواہشات کا اظہار کرتے ہیں اور خواب علامتی رنگ میں اپنا اظہار کرتے ہیں۔ اس نے اپنی کتاب THE INTERPRETATION OF DREAMS میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خواب دبی ہوئی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے آتے ہیں۔

اس کا خیال تھا کہ عام طور پر ہم جنسی خواہشات کو دباتے ہیں کیونکہ ان کو پورا کرنے کے متعلق معاشرے نے طرح طرح کی پابندیاں لگائی ہوتی ہیں۔ اس لیے لاشعور میں زیادہ تر پرانے جنسی تجربات اور جنسی خواہشات ہی دبی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ دبے ہوئے تجربات اور خواہشات دماغ کو منقسم کر دیتے ہیں۔ ان تجربات یا خواہشات کو ہم قابل شرم یا نفرت سمجھ کر شعور میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ لاشعور میں دب جاتے ہیں اور شعوری زندگی سے ان کا تعلق کٹ جاتا ہے۔ یہ دبے ہوئے خیالات اور تجربات شعوری زندگی پر اپنا اثر ڈالتے
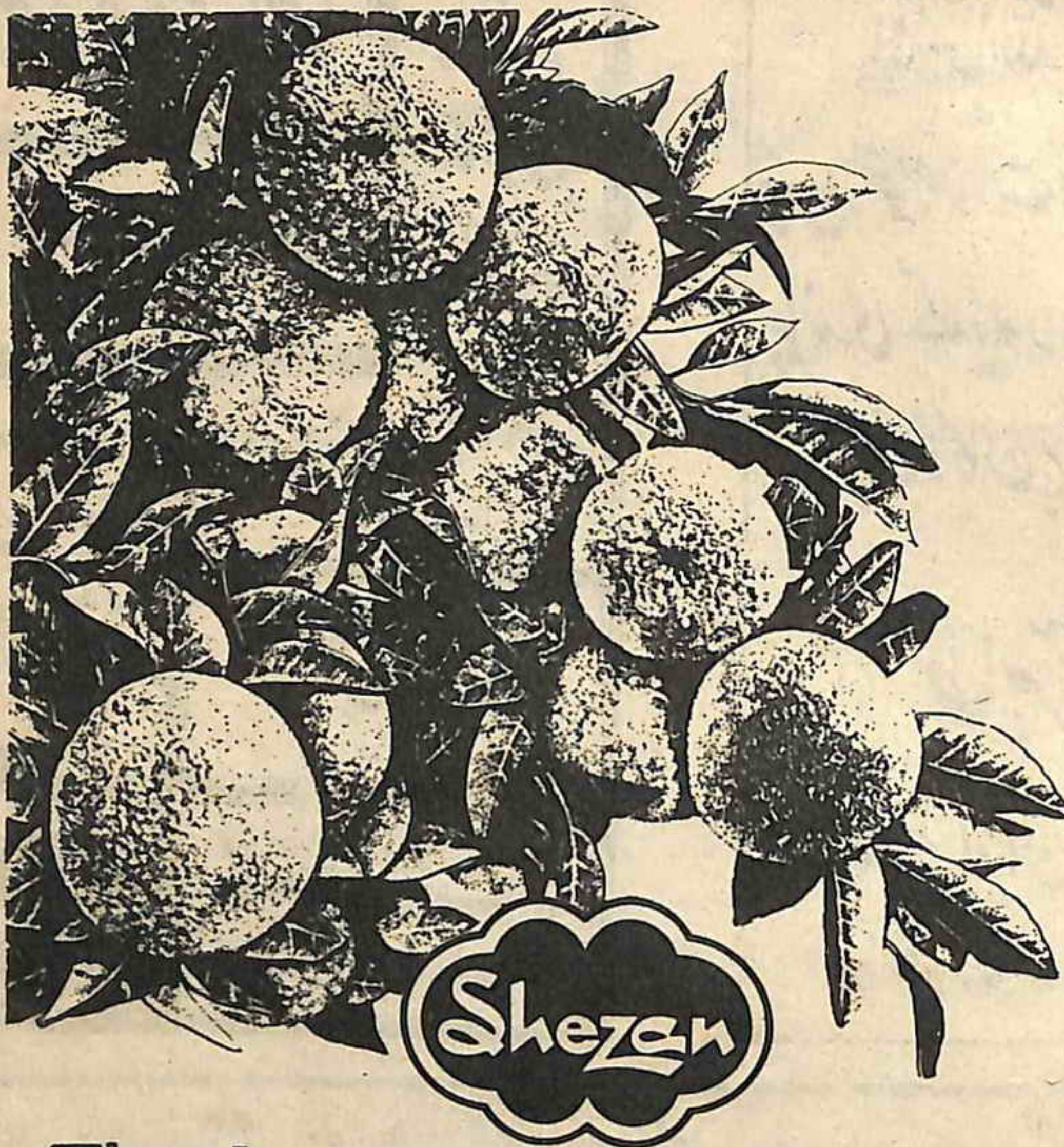
(باقی ۲۶ پر)

حبوب مُفید اٹھرا
۳۶/- روپے
روشن کاجل
۳/- روپے
اکسیر اولاد نرینہ
۳۵/- روپے
زد جامِ عشق
۶۰/- روپے
حُسن نکھار کریم
۵/- روپے
تریاقِ معدہ
۱۴/- روپے
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ
گول بازار ربوہ فون: ۶۳۴
NASIR
ناصر

صحت کے بنیادی اُصول

محترم ڈاکٹر اظہر اقبال صاحب۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کراچی

عام طور پر اُس شخص کو صحت مند تسلیم کیا جاتا ہے جو لمبا تڑنگا اور موٹا تازہ ہو۔ جیسا کہ دُودھ دہی اور مٹھائی کی دکانوں پر بیٹھے فربہ اندام حلوائی اور دودھ والے ہوتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو دُبلا پتلا ہو بظاہر کتنا ہی چاق و چوبند ہو صحت مند تصور نہیں کیا جاتا۔ یہ تصور درست نہیں ہے۔ پچھلے چند سالوں میں صحت کی ایک جامع تعریف عالمی ادارہ صحت کے نوٹ سے سامنے آئی ہے۔ جسے صحت کے شعبے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد نے درست تسلیم کیا ہے عالمی ادارہ صحت (W.H.O) کے مطابق صحت ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں انسان ذہنی جسمانی اور معاشرتی طور پر تندرست ہو اور یہ محض بیماری کی غیر موجودگی کا نام نہیں۔ اس تعریف کے مطابق ایک ایسا شخص جسے کوئی بیماری لاحق نہیں ہے لیکن وہ ذہنی طور پر متوازن نہیں صحت مند قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح ایک ایسا شخص جو معاشرتی برائیوں میں ملوث ہے وہ بھی صحت مند نہیں ہے اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ صحت کے بنیادی اُصول کیا ہیں اور اچھی صحت کو کس طرح برقرار رکھا جا سکتا ہے۔؟

متوازن غذا

صحت برقرار رکھنے کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ متوازن غذا ہے اس سے مراد ایسی غذا ہے جس سے جسم کو مناسب مقدار میں حرارے، نمکیات وٹامنز، پروٹین، کاربوہائیڈریٹ اور چکنائی حاصل ہو۔ ایک اور بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ کسی بھی غذا سے مکمل فائدہ اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ مناسب طریقے پر پکائی گئی ہو۔ بعض غذائی اجزاء ایسے بھی ہوتے ہیں جو پکانے کے نامناسب طریقے کی وجہ سے ضائع بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کوئی بھی غذا کتنی ہی فائدہ مند کیوں نہ ہو اس کا بھی زیادہ کھانا درست نہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"گوشت دال وغیرہ جو سب چیزیں پاک اور طیب ہوں بے شک کھاؤ مگر ایک طرف کی کثرت مت کرو اور اسراف اور زیادہ خوری سے اپنے تئیں بچاؤ۔"

اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ عمر کے لحاظ سے بھی انسان کی غذائی ضروریات گھٹتی بڑھتی ہیں۔ چنانچہ ایک بچے کی پروٹین کی

ضرورت ایک جوان یا بوڑھے کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہوتی ہے جبکہ ایک جوان کو کاربو ہائیڈریٹ کی زیادہ ضرورت ہے۔ روزانہ غذا میں سبزی یا سلاد کسی نہ کسی صورت میں ضرور شامل ہونی چاہیئے اس طرح ہفتے میں دو یا تین دفعہ ہری سبز یاں مثلاً پالک وغیرہ استعمال کرنی چاہئیں حسب توفیق پھل جو موسم کی مناسبت سے دستیاب ہوں استعمال کرنے چاہئیں تاکہ جسم کی وٹامن کی ضروریات پوری ہوں۔

ورزش

موجودہ زمانے میں آمدو رفت کے نئے نئے ذرائع اور دیگر آسائشوں نے ہر شخص کو تن آسانی میں مبتلا کر دیا ہے جبکہ پُرانے زمانے میں ہر شخص کسی نہ کسی شکل میں جسمانی مشقت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ اب ورزش کرنا صحت مند رہنے کے لیے نہایت ضروری ہو گیا ہے ورزش کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ پہلوان کے اکھاڑے میں جا کر ہی کسرت کی جائے یا اپنی ڈنڈ بیٹھکیں نکالی جائیں کہ جسم کے جوڑ ہل جائیں بلکہ ورزش کرتے وقت ہر شخص کی عمر وزن جسم اور جسمانی ساخت کو مدنظر رکھا جائے مثلاً اگر ایک ستر سال کا شخص وہ ورزش کرے جو بیس پچیس ۲۵ سال کا جوان کرتا ہے تو اندیشہ ہے کہ یہ ورزش اسے فائدے کی بجائے نقصان پہنچائے گی

آجکل جو ورزشیں سب سے زیادہ مقبول ہیں ان میں بھاگنا اور ایروبک ایکسرسائز سر فہرست ہیں۔ ایروبک میں زیادہ تر تیرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جاگنگ کا فائدہ یہ ہے کہ اسے ہر عمر اور ہر جسمانی ساخت کا شخص کر سکتا ہے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ورزش کے وقت کو آہستہ آہستہ بڑھایا جائے مثلاً آپ نے پہلے دن دو سو گز تک جاگنگ کی ہے تو اسے آہستہ آہستہ ایک دو ہفتہ میں بڑھا کر تین سو گز تک کرلیں یا عمر کی نسبت سے پانچ چھ سو گز تک جایا جا سکتا ہے اس کے بعد اگلے مہینے پر اسے بڑھایا جائے اس طرح آپ کا جسم آہستہ آہستہ ورزش کا عادی ہو جائے گا جو لوگ باہر جا کر بھاگنے سے گھبراتے ہیں وہ ساکن دوڑ کر سکتے ہیں یعنی جس طرح رسی کودتے ہیں اس طریق پر ایک ہی جگہ پر بھاگا جائے۔ سخت گرمی کے موسم میں اور سخت دھوپ میں یا کھانا کھانے کے فوراً بعد ورزش نہیں کرنی چاہیئے ورزش کے لیے سب سے مناسب وقت صبح کا ہے۔

مناسب آرام

عام طور پر دن کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے کہ آٹھ گھنٹے کام آٹھ گھنٹے تفریح اور کھیل وغیرہ اور آٹھ گھنٹے سونے کے ان اوقات کو عمر اور ذاتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً بچوں اور جوان لوگوں کو سونے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ بوڑھے لوگوں کو اس کے مقابلے میں چار سے چھ گھنٹے کی نیند کافی ہوتی ہے۔ دوپہر کے کھانے کے فوراً بعد تھوڑا سا آرام کرنا چاہیئے مثلاً دس پندرہ منٹ۔ حد سے زیادہ آرام یا سستی بھی جسم کے لیے نقصان دہ ہے۔

ماحول

صحت مند ماحول کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ پرفضا مقامات دریاؤں یا سرسبز مقامات پر جانے سے انسان ایک عجیب خوشی محسوس کرتا ہے جبکہ غلیظ اور پُر تعفن ماحول میں وہ خود کو بیمار محسوس کرتا ہے گھر میں ایک دو چھوٹے درخت یا پودے وغیرہ ہوں تو ماحول خوشگوار

رہتا ہے اپنے اطراف و جوانب کو زیادہ سے زیادہ صاف ستھرا رکھیں اپنے محلوں گلیوں سڑکوں کو بھی صاف رکھیں یہ مجموعی ماحول کا حصہ ہے گھر میں بھی نظم و ضبط کا خیال رکھیں۔ ہر چیز ترتیب سے رکھیں اس سے آپ کی زندگی میں بھی نظم و ضبط قائم ہوگا۔ جو کہ آپ کے لیے مجموعی طور پر فائدہ مند ہوگا۔ اگر کوئی بیمار ہو تو اُس کو خاص طور پر ایسے کمرے میں رکھیں جو ہوادار، روشن اور صاف ستھرا ہو۔

دوائیں صحت برقرار رکھنے میں سب سے آخری چیز جو آتی ہے وہ دوا ہے بیمار ہونے کی صورت میں صحتیابی کیلئے دوا کی ضرورت مسلّم ہے تاہم صحت برقرار رکھنے کیلئے دوا کی ضرورت سب سے آخر میں پڑتی ہے عام طور پر صحت کے برقرار رکھنے میں وٹامن استعمال کئے جاتے ہیں تاہم یہ بات یاد رکھیں کہ اگر مناسب متوازن غذا استعمال کی جائے تو وٹامنز کی ضرورت نہیں پڑتی اگر وٹامنز استعمال کرتے ہوں تو ڈاکٹر کے مشورہ سے استعمال کریں۔ کیونکہ بعض وٹامنز کی زیادتی بجائے فائدہ دینے کے نقصان دہ ہو سکتی ہے اس طرح بعض نمکیات مثلاً کیلشیم اور پوٹاشیم کی زیادتی بھی شدید نقصان کا باعث بنتی ہے۔

ذاتی حفظانِ صحت

اللہ تعالیٰ صفائی کو پسند کرتا ہے اس لیے ہر نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے۔ اللہ کے گھر میں آنے سے پہلے صاف ستھرے کپڑے پہننا خوشبو لگانا ماحول کو بہتر بناتا ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذاتی صفائی پر خاص زور دینا چاہیئے دانت صاف کرنا ناخن باقاعدگی سے کاٹنا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا کئی بیماریوں سے بچاؤ کا باعث ہو سکتا ہے۔

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

(مرتبہ: فضل الرحمٰن ناصر)

اجتماعات

ڈیرہ غازی خان مورخہ ۲۳، ۲۴؍اپریل ۱۹۸۷ء کو ایک تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ ۳۹ خدام، ۳۹؍اطفال اور ۱۳؍انصار نے شرکت کی۔ ایک صنعتی نمائش بھی لگائی گئی۔

گوجرانوالہ ۱۶، ۱۷؍اپریل ۱۹۸۷ء کو ایک اجتماع منعقد ہوا۔ ۵۲۵ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

تھرپارکر ۵، ۶؍مارچ ۱۹۸۷ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کے دوسرے روز صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بھی تشریف لاکر خطاب کیا۔ اس اجتماع میں ۲۴ مجالس کے ۲۵۶ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

راولپنڈی صدر ۲۷؍مارچ ۱۹۸۷ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ ۵۵ خدام اور ۱۱؍اطفال نے شرکت کی۔

صوبہ سرحد ۲۹، ۳۰؍جنوری ۱۹۸۷ء۔ ۲۲۰ خدام و اطفال نے شرکت کی۔ مرکز سے جید علماء نے تشریف لاکر خطاب کیا۔

اورنگی ٹاؤن کراچی ۲۲؍مارچ کو تربیتی اجتماع ہوا۔ ۸۵ خدام نے شرکت کی۔

خاص جلسے

چک سکندر ضلع گجرات ۲۷؍مارچ ۱۹۸۷ء کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یاد میں جلسہ منعقد ہوا۔ ۲۸ مرد و زن نے شرکت کی۔

مریدکے ضلع شیخوپورہ ۱۳؍مارچ کو جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ ۲۹ خدام اور ۲۶؍اطفال نے شرکت کی۔

۲۳؍مارچ کو حضرت بانی سلسلہ کی یاد میں جلسہ ہوا۔ ۱۹ خدام اور ۲۴؍اطفال شامل ہوئے۔

احمد آباد جنوبی ۲۳؍مارچ ۱۹۸۷ء کو حضرت بانی سلسلہ کی یاد میں جلسہ منعقد ہوا چار مقررین نے حضور کی سیرت پر روشنی ڈالی۔

کوئٹہ ۵؍مارچ ۱۹۸۷ء کو جلسہ مصلح موعود ہوا۔ چاروں حلقہ جات کے خدام و اطفال نے شرکت کی۔

چک ۹۶ گ ب ضلع فیصل آباد

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی یاد میں ۲۷ مارچ ۱۹۸۷ء کو جلسہ ہوا۔ ۳۵ خدام ۲۰ اطفال، ۲۰ انصار اور ۵۰ مستورات نے شرکت کی۔

علاقہ سکھر

۲۳ مارچ کو یوم بانیٔ سلسلہ احمدیہ منایا گیا۔ ۹۰ فیصد خدام نے شرکت کی۔

ظفروال ضلع فیصل آباد

۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو جلسۂ سیرت منعقد ہوا جس میں ۵۰ افراد نے شرکت کی۔

۱۹ مارچ کو یوم بانیٔ سلسلہ احمدیہ منایا گیا۔ جلسہ میں ۲۶ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

تربیتی کلاسز

قیادت مغلپورہ لاہور

۲۲ تا ۲۷ مارچ تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ کل حاضری ۱۰۰ رہی۔ ایک پکنک اور ایک کلوا جمیعًا کا پروگرام بھی ہوا۔ ۲۶ مارچ کو حلقہ جات کے مراکز نماز میں نمازِ تہجد ادا کی گئی۔

شعبہ صحتِ جسمانی

سانگلہ ہل

۶ خدام نے ۱۸۰ کلومیٹر سائیکل سفر کیا۔ یہ سفر ۲۲ اپریل کو شروع ہوا۔ خدام نے دورانِ لاہور قیام کیا۔ ۲۴ اپریل کو خدام واپس پہنچ گئے۔

بہاولپور شہر

۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو ۳۵ خدام و اطفال نے ۷۰ کلومیٹر سائیکل سفر کیا اور ایک پکنک منائی گئی۔

۱۶، ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو بیڈمنٹن کا ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ اس میں شہر کے تینوں حلقوں نے شرکت کی۔

اورنگی ٹاؤن کراچی

مارچ ۱۹۸۷ء کو ایک کرکٹ ٹورنامنٹ کھیلا گیا۔

سرگودھا شہر

پانچ خدام نے ۱۹ مارچ تا ۲۶ مارچ سرگودھا سے راولپنڈی تک سائیکل سفر کیا۔ دورانِ سفر خدام نے بہت سے تاریخی اور صحت افزاء مقامات کی سیر کی۔

آل ربوہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ

۲۰ اپریل ۱۹۸۷ء یہ ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا۔ ربوہ کی چھ ٹیموں نے حصہ لیا۔

خدمتِ خلق

بہاولپور شہر

مؤرخہ ۲۴ اپریل کو فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ ۲۹۵ مریضوں میں تقریبًا ۲ ہزار روپے کی ادویات مفت تقسیم کی گئیں۔

ضلع راولپنڈی

جنوری تا مارچ ۱۹۸۷ء کے دوران پانچ میڈیکل کیمپس لگائے گئے۔ ۸۳۴ مریضوں کا معائنہ کیا گیا۔ ۱۰۰۰ روپے سے زائد کی ادویہ تقسیم کی گئیں۔ ۳ مریضوں کا مفت اپریشن کیا گیا۔

مال

اورنگی ٹاؤن کراچی

۶ تا ۱۳ مارچ ۱۹۸۷ء ہفتہ وصولی منایا گیا ۱۴۰۰/- روپے وصولی ہوئی۔

رپورٹ سہ ماہی اوّل

شعبۂ وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

یومِ صفائی ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء

یہ سال رواں کا پہلا پروگرام تھا ۱۵ مجالس کی طرف سے موصولہ رپورٹس کے مطابق ۲۰۱۷ خدام نے اس پروگرام میں حصہ لیا ۱۵۰۷ خدام نے اس روز خود کپڑے دھوئے ۱۵۳۴ خدام نے ۱۷۱۹ گھروں کے سامنے جھاڑو دیا اور پانی کا چھڑکاؤ کیا ۱۱ بیوت الذکر کی صفائی کی گئی۔

رپورٹ بھجوانے والی مجالس

ڈھرکی۔ میانوالی کھاد فیکٹری ملتان۔ احمد پور شرقیہ۔ سانگلہ ہل۔ ۹۶ گ ب فیصل آباد وحدت کالونی لاہور۔ سلطانپورہ لاہور۔ سوسائٹی کراچی اورنگی ٹاؤن کراچی۔ عزیز آباد کراچی۔ مسن باڈہ۔ وارہ۔ انور آباد۔ کھنڈو۔ جام خان۔ گورنج۔ گوندل فارم۔ مبارک آباد۔ مریدکے۔ گوجرانوالہ چھاؤنی۔ عطا محمد۔ ڈوڑ۔ قاضی احمد۔ سکرنڈ۔ ٹنڈو جام ڈیرہ غازی خان۔ ۱۶۶ مراد۔ کلاسوالہ۔ جہلم۔ کوئٹہ۔ ندھیری۔ گوٹی۔ چرناری۔ تربیلہ۔ جھنگڑ حاکم والا۔ سمن آباد لاہور۔ ملتان چھاؤنی۔ دہلی گیٹ لاہور۔ چک سکندر۔ مارٹن روڈ۔ ہزارہ۔ ربوہ۔ لاڑکانہ شہر۔

اضلاع

بدین۔ لاڑکانہ۔ فیصل آباد۔ جہلم۔ قصور۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ ڈیرہ غازیخان

مثالی وقارِ عمل ۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء

۶۸ مجالس نے مثالی وقارِ عمل کی رپورٹس مرکز کو بھجوائیں۔ موصولہ رپورٹس کے مطابق ۲۵۱۱ خدام نے مثالی وقارِ عمل میں حصہ لیا۔ ۵۲ بیوت الذکر، ۲ عیدگاہ اور ۶ قبرستانوں کی صفائی کی گئی۔ ۳۹ سڑکوں اور گزرگاہوں پر مٹی ڈال کر ہموار کر کے درست کیا گیا۔ ۳ چشموں کی صفائی کی گئی۔ نکاسی آب کا نظام درست کیا۔ ایک بڑی کشتی، ایک مکان اور دو دکانوں کی تعمیر و مرمت کا کام ہوا۔ ۲۱ پل تعمیر کئے گئے۔ چار کنال جگہ کی صفائی کی گئی۔ گندگی کے ڈھیر اٹھائے اور خاردار جھاڑیوں کی کٹائی کی گئی۔ ایک وسیع و عریض سکول کی صفائی و مرمت اور تیاری گراؤنڈ کا کام کیا گیا۔

رپورٹ بھجوانے والی مجالس

ربوہ۔ سانگلہ ہل محمود آباد اسٹیٹ مریدکے۔ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ حلقہ نور راولپنڈی راولپنڈی صدر۔ پشاور روڈ راولپنڈی۔ بستی سہرانی چاہ اسماعیل والا۔ کوٹ قیصرانی۔ گوجرہ۔ ۳۱۲ کھنو والی ۳۰ ج ب۔ ۱۶۶ مراد۔ کوئٹہ۔ ندھیری۔ گوٹی۔ چرناری گوندل فارم۔ مارٹن روڈ کراچی۔ اڈہ جھبیل لاہور۔ میانوالی سدھواں۔ ترسکہ سیال۔ عزیزپور ڈگری۔ لانڈھی کورنگی بستی شریف دین۔ تونسہ شریف محمود آباد بستی رندان۔ دہلی گیٹ لاہور۔ میانوالی۔ تربیلا۔

عزیز آباد کراچی ۔ اوکاڑہ ۔ ڈیرہ غازی خان ۔ ہزارہ ۔ کھڑیانوالہ ۔ ناصر آباد ۔ پسرور ۔ ۹۶ گ ب ۔ سمن آباد لاہور ۔ جھنگڑ حاکم والا ۔ باڈہ ۔ بھریار روڈ ۔ تتہ پانی ۔ بھکر ۔ دارالفضل فیصل آباد ۔ دارالذکر فیصل آباد ۔ گوکھووال گورگیج ۔ نور آباد ۔ کھنڈو ۔ وارہ ۔ لاڑکانہ ۔ جام خان ۹۶ ج ب ٹوبہ ۔ قائد آباد ۔ ۲۶۸ کان کونٹ ۔ پیر محل T.D.A 93 ۔ میرپور خاص ۔ وحدت کالونی لاہور ۔ سرگودھا ۔ نورنگر ۔ ہالم پور ۔ اورنگی ٹاؤن کراچی ۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء ۔

(مہتمم وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۔ ربوہ)

متفرق

جھنگڑ حاکم والا ضلع شیخوپورہ ۳ اجلاسِ عام اور ۲ اجلاس عاملہ ہوئے ۔ ایک جلسہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یاد میں ہوا ۔ ایک تربیتی اجلاس ہوا جس میں ۱۲ خدام اور ۸ اطفال نے شرکت کی ۔ ۶ وقارِ عمل ہوئے ۔

اپریل ۱۹۸۷ء میں ۳ اجلاس عام اور ۲ اجلاس عاملہ ہوئے ۔ ہفتہ اصلاح و ارشاد اور ہفتہ تربیت منایا گیا ۔ دو مرتبہ نماز تہجد ہوئی ۔

دارالحمد وحدت کالونی لاہور ۱۴ تا ۲۲ مارچ علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے ۔ ۲۲ مارچ کو بعد نماز مغرب انعامات تقسیم کیے گئے ۔

حسین آگاہی ملتان فروری ۱۹۸۷ء میں اجلاس عام ہوا ۔ ۱۹ خدام اور ۷ اطفال نے شرکت کی ۔ ۱۲۰۰ روپے چندہ وصول کیا گیا ۔

پہرہ کا انتظام کیا گیا ۔

النور کراچی کراچی کے بین المجالس کرکٹ ٹورنامنٹ میں اول پوزیشن حاصل کی ۔

عزیز آباد کراچی ماہ اپریل میں ایک اجلاس عام مکرم قائد صاحب ضلع کراچی کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ جس میں ۶۹ خدام شامل ہوئے ۔ اجلاس میں خدام کے مابین مقابلۂ نظم خوانی ہوا جس میں ۷ خدام نے حصہ لیا ۔

- ماہِ رواں میں ۳۷ خدام نے نمازِ تہجد ادا کی ۔
- دورانِ ماہ ۱۰۲ خدام نے حضور کی خدمت میں دعائیہ خطوط تحریر کیے ۔
- ماہ اپریل میں ۵۰۰/- روپے چندہ مجلس وصول کیا گیا ۔
- مؤرخہ ۱۷ اپریل کو اجتماعی وقارِ عمل ہوا جس میں ۲۵ خدام نے ۲ گھنٹے تک بیت النصرت اور بیت العزیز کی صفائی کی نیز جماعت کے ایک مکان کی صفائی کی گئی ۔
- ماہ اپریل میں تین خدام نے خون کا عطیہ دیا ۔
- دورانِ ماہ شعبۂ خدمتِ خلق کے تحت ایک خادم کو نوکری دلوائی گئی ۔
- مؤرخہ ۲۴ اپریل کو مرکزی پروگرام کے تحت یوم وقارِ عمل منایا گیا جس میں ۱۸۷ خدام نے حصہ لیا ۔ پانی کا چھڑکاؤ کیا اور جھاڑو دیا ۔ کمرے کی صفائی کی ۔ گھر کے کام میں مدد کی ۔ کپڑے دھوئے اور جوتے وغیرہ پالش کیے ۔

تبصرہ کتب

"روتے روتے"

نام کتاب : "روتے روتے" (مجموعۂ کلام)
شاعر : طاہر عارف
ناشر : ڈاکٹر طیب عارف ٹرسٹ سرگودھا
قیمت : ۲۵ روپے ۔

"روتے روتے" نوجوان شاعر جناب طاہر عارف کا مجموعۂ کلام ہے ۔ اُردو میں یہ ایک خاص صنف کی شاعری ہے جس کا ایک منفرد مقام ہے ۔ اِس کا پیرایۂ اظہار بھی جُدا ہوتا ہے ۔ یہ المناک ذاتی دُکھوں کی ایک دِل گداز داستان ہے ۔ جناب طاہر عارف کا جوان بھائی ڈاکٹر طیب عارف اپنی بیمار والدہ کو اپنا خون دینے کے لیے راولپنڈی سے سرگودھا آرہا تھا کہ راستے میں ایک حادثے کے نتیجے میں اپنے مولا سے جا ملا ۔ اِس دردناک حادثے کے دو ہفتے کے بعد طاہر عارف کی والدہ بھی انتقال کر گئیں ۔ یہ دُو پے در پے حادثات ایسے تھے جنہوں نے ایک حساس شاعر کو بیدار کر دیا اور اشکوں نے شعروں کی راہ پائی اور یوں اُردو ادب کی بحرانی شاعری کی صنف میں ایک خوبصورت اضافہ ہوُا ۔ جناب طاہر عارف کے کلام سے پہلے بھی احباب جماعت احمدیہ وقتاً فوقتاً مستفید ہوتے رہے ہیں ۔ ان کے بعض مضامین بھی قارئین سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں ۔ ان کے تازہ مجموعۂ کلام کا ذکر ملکی پریس میں بھی ہو چکا ہے ۔

روزنامہ جنگ ، روزنامہ نیشن اور بعض دیگر جرائد نے تبصرے شائع کئے ہیں جن میں اِس نوجوان شاعر کی ذہنی صلاحیتوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے علاوہ اس کے روشن ادبی مستقبل کی بھی پیشین گوئی کی گئی ہے ۔

موصوف کا کلام آنکھوں کو بھگونے اور دلوں کو گداز کرنے کی صلاحیت کے علاوہ خالص پاکیزہ شاعری کے ادبی ذوق کو بھی تسکین دیتا ہے ۔

(ی ۔ س ۔ ش)

آخری صفحہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ قیصر کے سر میں شدید درد ہوا اور باوجود ہر قسم کے علاجوں کے اُسے آرام نہ آیا۔ کسی نے اُسے کہا کہ حضرت عمرؓ کو اپنے حالات لکھ کر بھجوا دو، اُن سے تبرک کے طور پر کوئی چیز منگواؤ، وہ تمہارے لیئے دعا بھی کریں گے اور تبرک بھی بھجوا دیں گے۔ اُن کی دعا سے تمہیں ضرور شفاء حاصل ہو جائے گی۔ اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا سفیر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے سمجھا یہ متکبر لوگ ہیں میرے پاس اس نے کہاں آنا تھا اب یہ دُکھ میں مبتلا ہوا ہے تو اُس نے اپنا سفیر میرے پاس بھیج دیا ہے۔ اگر مَیں نے کوئی اور تبرک بھیجا تو ممکن ہے وہ اُسے حقیر سمجھ کر استعمال نہ کرے اس لیئے مجھے کوئی ایسی چیز بھجوانی چاہیئے جو تبرک کا بھی کام دے اور اس کے تکبر کو بھی توڑ دے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی ایک پُرانی ٹوپی جس پر جگہ جگہ داغ لگے ہوئے تھے اور جو مَیل کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی اُسے تبرک کے طور پر بھجوا دی۔ اُس نے جب یہ ٹوپی دیکھی تو اُسے بہت بُرا لگا تو اُس نے ٹوپی نہ پہنی۔ مگر خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ تمہیں برکت اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے اُسے اتنا شدید درد سر ہوا کہ اُس نے اپنے نوکروں سے کہا وہی ٹوپی لاؤ جو عمرؓ نے بھجوائی تھی تاکہ مَیں اُسے اپنے سر پر رکھوں۔ چنانچہ اس نے ٹوپی پہنی اور اس کا درد جاتا رہا۔

چونکہ اُسے ہر آٹھویں دسویں دن سر درد ہو جایا کرتا تھا، اس لیئے پھر تو اُس کا معمول ہو گیا کہ وہ دربار میں بیٹھتا تو وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مَیلی کچیلی ٹوپی اس نے اپنے سر پر رکھی ہوئی ہوتی ؛

(مرسلہ :- اسلام احمد شمس)

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830
JUNE 1987

قراردادِ تعزیت

بروفات مکرم سلمان الحق صاحب و مکرم مسعود احمد صاحب (آف کوئٹہ)

ہم اراکینِ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم سلمان الحق خان صاحب ابن احسان الحق خان صاحب ایڈووکیٹ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ اور مکرم مسعود احمد صاحب ابن میاں محمود احمد صاحب آف کوئٹہ کی اچانک رحلت پر گہرے دُکھ اور رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ دونوں عزیز نوجوان ۱۲ مئی ۱۹۸۷ء پانی میں ڈوب کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

مکرم سلمان الحق خان صاحب ایک نیک، صالح، دُعاگو، خوش خُلق اور ذہین نوجوان تھے۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ نوجوانی کی اس عمر میں عبادات کو انتہائی شغف کے ساتھ بجا لاتے تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور جماعتی سرگرمیوں میں والہانہ جذبہ کے ساتھ مصروفِ عمل رہنے کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کے ایک فعّال اور سرگرم رُکن ہونے کے ناطے مختلف شعبہ جات میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی اپنی خدمات اور اخلاص کے پیشِ نظر ۱۹۸۶ء میں ان کو مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کا قائد مقرر کیا گیا اور نہایت احسن طریق سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے کہ ۱۲ مئی ۱۹۸۷ء کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران ہی جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں اور خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے۔ آمین

مکرم مسعود احمد صاحب بھی ایک نیک طبع اور فعّال خادم تھے اور اپنے حلقہ کے خدام کے سائق تھے۔ نیز بلوچستان یونیورسٹی میں ایم اے کے طالب علم تھے۔

جواں سال نوجوانوں کی اچانک رحلت دونوں خاندانوں کے لیئے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے لیئے ایک عظیم سانحہ اور صدمہ ہے۔ ہم اراکینِ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس غم اور دُکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اِن دونوں نوجوانوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ والدین، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اپنے بے شمار فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔ آمین

ہم ہیں اراکینِ مجلس عاملہ
خدام الاحمدیہ مرکزیہ